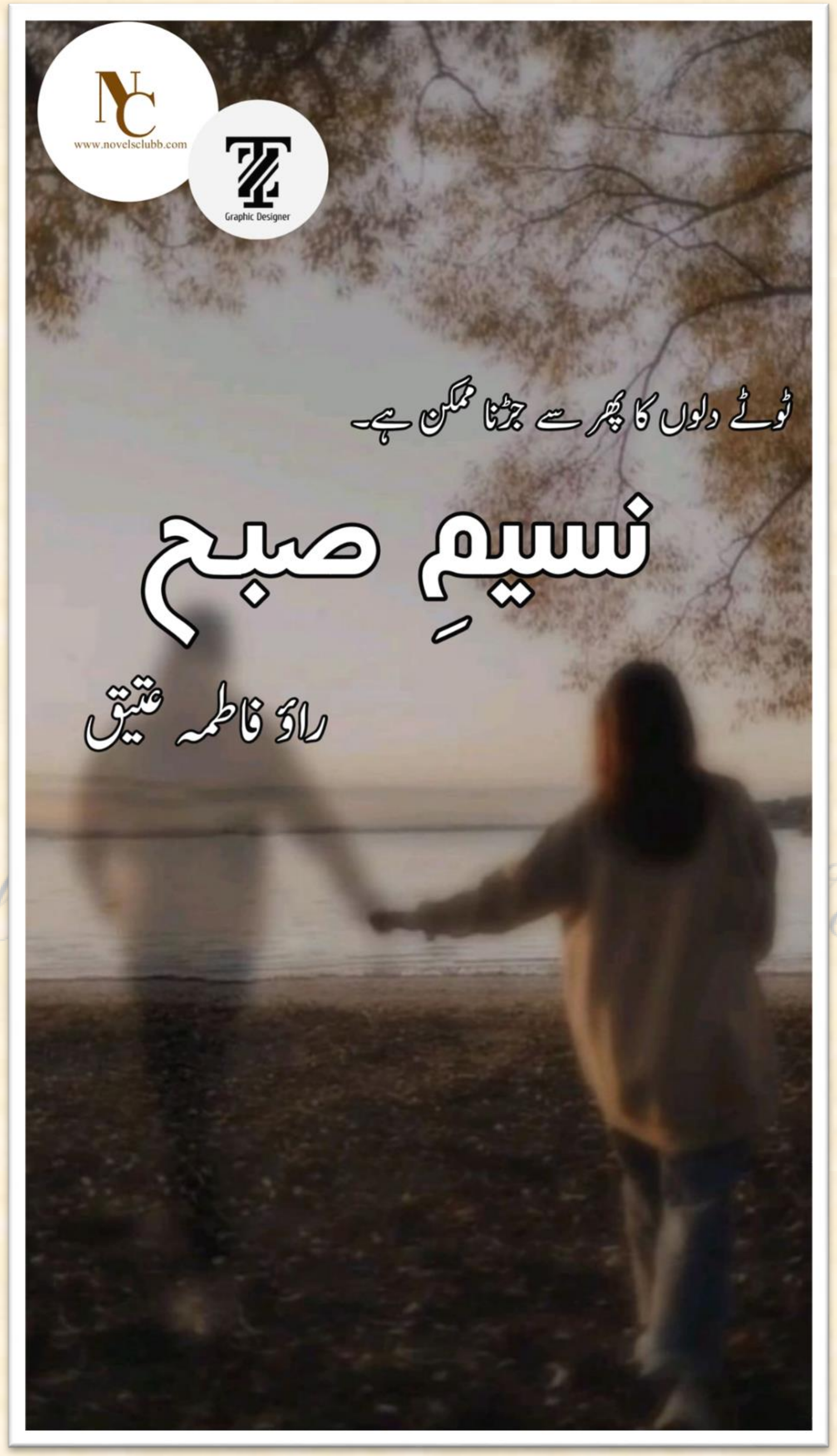
ٹوٹے دلوں کا پھر سے جڑنا ممکن ہے۔
نسیمِ صبح
راؤ فاطمہ عتیق
www.novelsclubb.com
Graphic Designer

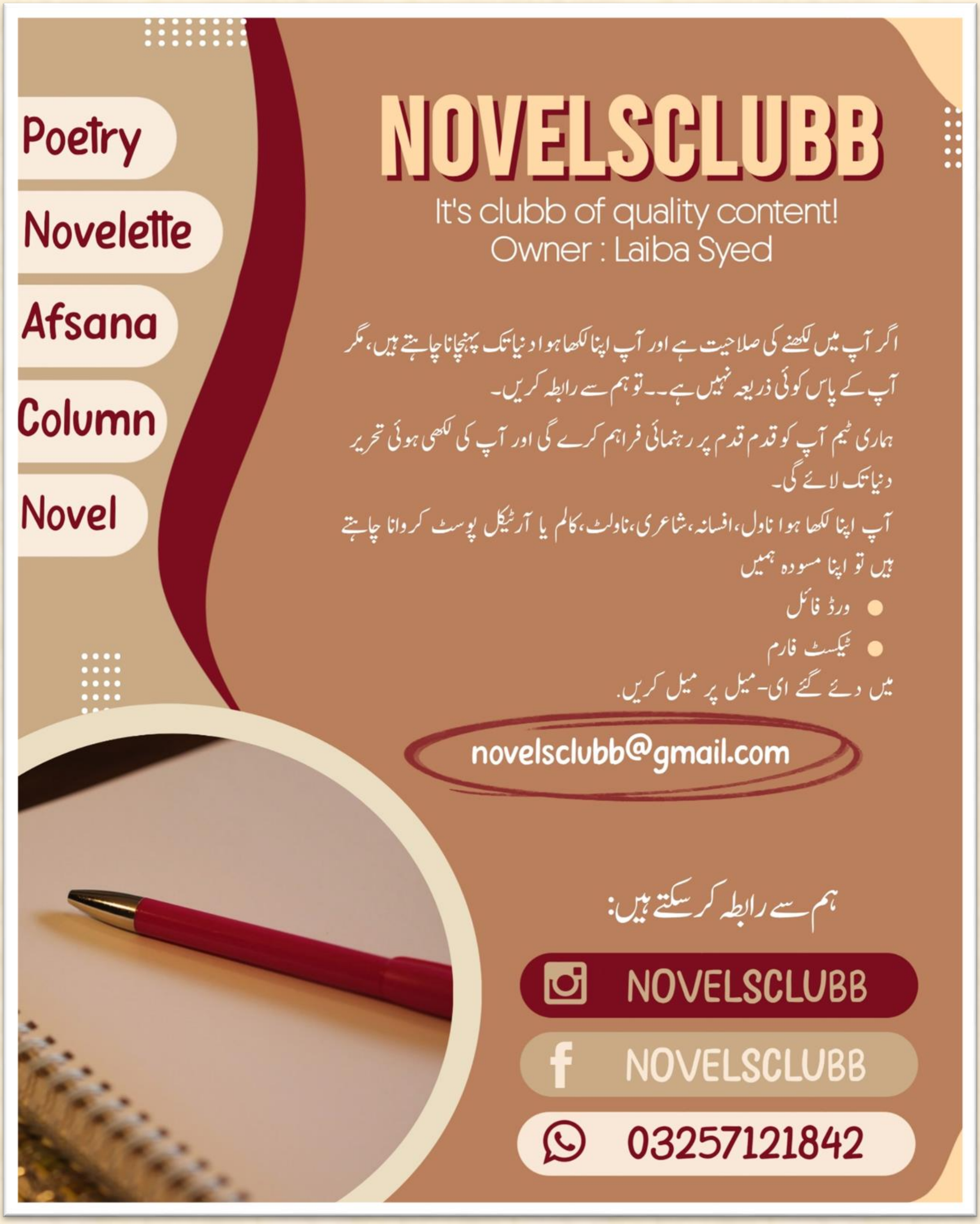
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

نسیمِ صبح

از قلم

راؤ فاطمہ عتیق

Clubb of Quality Content

ناول "نسیمِ صبح" کے تمام جملہ حق لکھاری "راؤ فاطمہ عتیق" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

نسیمِ صبح

باب ا

لمبی ہے غم کی شام

قسط3

تمہارا نام بیچ میں نہیں آئے گا اور منگنی نہیں نکاح ہو گا۔

یہ جانے بغیر کہ آنے والے دن کیا طوفان برپا کرنے والے تھے۔

وہ دونوں اس بات پر ہی نہایت خوشی سے صیان کو دیکھنے لگیں۔

مگر اگلے ہی لمحے ممانی کچھ سوچنے کے بعد بولیں۔

صیان اتنے بڑے فیصلے اتنی جلدی نہیں ہوتے. تمہارے بابا سے اجازت لینی پڑے گی۔

تمہارے دادا کو بلانا پڑے گا۔ خاندان کے بڑے آئیں گے۔

تب اس طرح کے فیصلے ہوتے ہیں اور ویسے بھی ابھی تو وہ پڑھ رہی ہے۔

نیلم کی بات پھر ٹھیک ہے کہ ہم کوئی چھوٹی موٹی بات کر سکتے ہیں۔ منگنی کر سکتے ہیں مگر نکاح۔ یہ ایک بڑی چیز ہے تم سوچ لو۔

سوچ لیا ممی میں نے۔ آپ بابا سے بات کر کے تو دیکھیں۔ بابا آگے دادا اور خاندان کے سب لوگوں کو منالیں گے۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔ رہی بات وانیہ کی پڑھائی کی تو ہم صرف نکاح کر رہے ہیں۔ ہم کون سار خصتی لے رہے ہیں۔

رخصتی ہم تبھی کریں گے جب وانیہ کی پڑھائی مکمل ہو جائے گی۔

جی ممانی بھیا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ہم کون سار خصتی کی بات کر رہے ہیں۔ آپ پلیز سمجھنے کی کوشش کریں۔

ممانی حیرانگی سے دونوں چہرے دیکھنے لگیں خیر نیلم بیٹا تم تو کچھ لو۔

ممانی نے ٹھنڈے ہوتے لوازمات کو دیکھتے ہوئے کہا۔

صیان تمہارے بابا سے میں بات کر تو لوں گی مگر کوئی گارنٹی نہیں دے سکتی کہ وہ مان بھی جائیں گے۔

وہ اطمینان سے کہہ رہی تھیں۔

Clubb of Quality Content

بھیا میں تو ابھی سے ہی بہت ایکسائٹڈ ہوں۔ نیلم کا چہرہ چمک رہا تھا۔

آپ کو پتہ ہے میں اتنی دفعہ خوابوں میں سوچ چکی ہوں کہ آپ دولہا بن کر کیسے لگیں گے۔ وہ چہک کر کہہ رہی تھی۔

باز آؤ۔ باز آؤ۔ اگر تمہاری یہ باتیں وانیہ نے سن لی نا تو تمہاری شامت آجائے گی۔ صیان ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ویسے بھائی میں سوچتی ہوں کہ وانیہ کا یہ سب سن کر کیساری ایکشن ہو گا۔ نیلم مزے سے کھاتی ہوئی چہکی۔

کچھ بھی ری ایکشن نہیں ہو گا مجھے پتہ ہے میری بچی بہت اچھی ہے۔ ممانی نے جواب دیا۔ ممانی مزید کہہ رہی تھیں۔

ہمارے ہاں لڑکیاں اتنا نہیں بولا کرتی اور ویسے بھی رشتہ تو شروع سے ہی طے ہے۔ وانیہ کو کوئی اعتراض ہوتا تو اب تک کہہ چکی ہوتی۔ میں تو بس یہ سوچ کر پریشان ہوں کہ صیان کے بابا مانیں گے یا نہیں۔ اگر وہ مان جاتے ہیں تو پھر میرا نہیں خیال کہ کوئی دوسرا مسئلہ ہو سکتا ہے اور وانیہ تو ویسے بھی میری لاڈلی، پیاری، بہت فرمانبردار بیٹی ہے۔

اس لفظ فرمابردار پر صیان اور نیلم نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ایک لمبی سانس بھری۔کاش وہ وانیہ کی طبیعت کے بارے میں ان بڑوں کو کچھ سمجھا سکیں۔کاش۔

وانیہ یار میں کب سے ملنے کے لیے کہہ رہا ہوں مگر تم نے ایک دفعہ بھی میری بات نہیں مانی۔آج کل پیپر چل رہے ہیں یار ورنہ میں تمہیں انکار نہیں کرتی۔یو نو۔

پیپر سے کیا فرق پڑتا ہے وانیہ۔چند گھنٹوں کی تو بات ہے۔بس کل میں تمہیں کالج سے پک کرلوں گا مجھے اور کچھ نہیں سننا۔شاہمیر باضد تھا۔

کالج سے پک نہیں۔۔۔کالج سے تو میں وین میں آتی ہوں اور اگر میں وین مس کروں گی تو۔۔۔اس کے ذہن میں ذیب النساء اور باقی سب لڑکیاں گھوم گیں۔۔۔نہیں تم ایسا کرو کہ تم مجھے کالج سے پک نہ کرو میں تم سے خود ملنے آجاؤں گی کل شام تک۔ٹھیک ہے۔

او کے تو پھر کل شام ڈن ہے۔شاہمیر نے فوراً کہا۔

وانیہ اپنے کمرے کی بالکنی میں کھڑی ڈھلتی شام کے منظر کو دیکھ رہی تھی۔لوگ،پرندے اپنے گھروں کو واپس لوٹ رہے تھے۔وہ آنکھیں بند کرکے مسکرا دی۔

آئینے کے سامنے کھڑی وہ اپنے آپ کو جانچ رہی تھی۔ کیا وہ واقعی اتنی خوبصورت ہے کہ ابا اس پر یوں پابندیاں لگا رہے ہیں۔

کاش کہ ابا اس سے اس کے باقی بہن بھائیوں جیسا ہی سلوک کرتے۔ کاش یہ سب نہ ہوتا نصیر کے میسجز پر بجنے والی ٹیونز کو دیکھتے ہوئے اس نے سوچا۔

خیر اس معاملے کا بھی وہ آج کوئی نہ کوئی حل ضرور نکال لے گی۔ وانیہ سے اس معاملے پر مشاورت کرنے کے بارے میں اس نے ٹھان لی تھی۔

گھر سے نکلتے ہوئے اس نے ابا کو دیکھا جو ہنوز اپنے ناشتے میں مصروف تھے۔ آج کا ناشتہ چھوڑتے ہوئے۔ وہ کسی سے کوئی بات کیے بغیر وین میں آ بیٹھی۔

ابھرتے ہوئے سورج کے ساتھ کچی پکی سڑکوں پر وین اسے اس کے گھر سے۔ سب باتوں سے۔ سب ارادوں سے اور ان تمام ترٹینشنوں پریشانیوں سے دور لے کر جانے لگی۔

سائیں میں نے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔

وجاہت صاحب نے ایک نظر ثریا بیگم کو دیکھا اور اپنی کتاب بند کر دی۔

پرانی کتابوں کی خوشبوں میں بسی یہ لائبریری بہت خوبصورت تھی۔

جی کہیں۔وہ بولے۔

آپ کو پتا ہے نہ کہ صیان راولپنڈی جارہا ہے۔تو میں سوچ رہی تھی کہ اگر راولپنڈی جانے سے پہلے صیان اور وانیہ کا نکاح ہو جاتا تو۔۔۔

وجاہت صاحب نے ابرو اٹھا کر انھیں دیکھا۔ان کی انکھوں تشویش تھی۔

میں دراصل یہ اس لیے بھی کہہ رہی تھی کہ وانیہ کے کچھ رشتے آئے ہوئے ہیں۔(انھیں کچھ دن پہلے اپنی ایک دوست کا وانیہ کے لیے رشتہ لے جانا یاد آیا).وہ آخر صیان کے نام پر بغیر کسی رشتے کہ کب تک بیٹھ سکتی ہے۔

وانیہ کا رشتہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔ثریا بیگم آپ ہوش میں ہیں۔

جی سائیں مجھے ایک دوست سے پتہ چلا ہے۔اور سائیں اس میں کچھ غلط بھی نہیں ہے جب تک کوئی رشتہ نہ ہو۔ایک خالی خولی بات پر وہ لوگ کب تک ہمارا انتظار کریں گے۔

خالی خولی بات۔۔ یہ الفاظ کہاں سے آرہے ہیں ثریا بیگم۔ کوئی خالی خولی بات نہیں تھی۔اپنی بھانجی کو میں بہت پہلے صیان کے لیے مانگ چکا ہوں۔

سائیں صرف الفاظ سے مانگنے اور کوئی رشتہ طے کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ معاشرے میں ایک نام۔۔ ایک رشتہ۔۔ ایک مقام اس کی اہمیت شاید مجھے آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔اس لیے میں یہ چاہتی ہوں کہ ان سب چیزوں کو۔۔اس بات کو ایک نام مل جائے۔۔ ایک رشتہ۔۔ ایک مقام مل جائے۔۔

پر ابھی تو وہ پڑھ رہی ہے اور اتنی چھوٹی سی ہے ابھی۔۔ وہ جلدی سے بولے۔

اس بات پر ثریا بیگم نے دونوں انکھیں اٹھا کر وجاہت صاحب کو دیکھا۔۔۔

اچھا اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن پڑھ تو رہی ہے نا ابھی۔۔۔ وجاحت صاحب نے فوراً بات بدلی۔

تو سائیں ہم کون سار خصتی لے رہے ہیں ہم تو صرف نکاح کی بات کر رہے ہیں۔

وہ ایک پل کے لیے رکیں۔ آنکھیں بند کی۔ اور سوچا کہ صیان تم نے مجھے بہت برا پھنسایا ہے۔

پھر اگلے ہی پل آنکھیں کھولیں اور مزید کہنے لگیں۔

اگر نکاح ہو جاتا ہے تو پھر دو سال بعد یا جب بھی وانیہ کی پڑھائی مکمل ہو گی ہم رخصتی کر لیں گے اس میں کیا بری بات ہے۔۔

چلو دیکھتے ہیں لیکن اس میں پہلے تو بابا جان سے بات کرنی پڑے گی اور صیان کے تایا جان، چچا جان تمام بڑوں کو بلانا پڑے گا۔

تبھی کوئی ایسی بات کرنے ان کے گھر جایا جا سکتا ہے۔

آخر کو ہم رکھ رکھاؤ والے لوگ ہیں۔اس طرح خالی ہاتھ تو بیٹی لینے نہیں جائیں گے نا۔۔

اب دیکھ لیں سائیں جیسے آپ کو ٹھیک لگے۔ثریا بیگم نے خوشی خوشی کہا۔

چلو میں کرتا ہوں بابا سے بات پھر دیکھتے ہیں کیا ہو سکتا ہے۔۔وجاہت صاحب نے ہار مانتے ہوئے کہا۔

خوشی سے ثریا کا چہرہ چمکنے لگا۔جی جی سائیں۔

الفاظ ان کے منہ سے ادا نہیں ہو رہے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔

یہ کہہ کر وہ اٹھیں ہی تھیں کہ وجاہت صاحب نے کہا۔

جاتے ہوئے صیان کو میرے کمرے میں بھیجیے۔جی۔یہ کہتے ہوے وہ کمرے سے نکل گیں۔

بابا میں آجاؤں۔

وہ لائبریری کی چوکھٹ میں کھڑا اجازت مانگ رہا تھا۔وجاہت صاحب نے ایک نظر اسے دیکھا اور سر ہلا کر گویا اندر آنے کی اجازت دی۔

ہاں تو برخوردار کب جا رہے ہو تم راولپنڈی۔وہ سنجیدگی سے پوچھنے لگے۔

ابھی تو کوئی پلان نہیں ہے شاید تین ہفتے لگ جائیں یا ایک دو مہینے۔ابھی تو جگہ فائنلائز ہو گی اور اس کے بعد کچھ کنسٹرکشن کا کام ہے۔۔بلکہ کافی کام رہتا ہے۔۔

وہ بظاہر سر جھکا کر کہہ رہا تھا مگر ذرا نظر اٹھا کر وجاہت صاحب کی طرف بھی دیکھ رہا تھا۔

خیر شہریار کی پھرتیوں سے تو لگ رہا ہے کہ جیسے تم کل ہی جانے والے ہو۔

شہریار کو چھوڑیں بابا وہ ہر چیز کو جلدی جلدی نپٹانے کا عادی ہے۔

کیوں چھوڑیں۔۔ذرا اس سے ہی کچھ سیکھ لو اپنے پیشن کو بھی اس نے فالو کیا ہوا ہے۔ جاگیر کو بھی سنبھالا ہوا ہے۔

باپ کی باپ کی گدی پر بھی وہ بیٹھا ہے۔ تم نے اپنے دوست سے واقعی کچھ نہیں سیکھا۔ وہ افسوس سے کہہ رہے تھے۔

آف بابا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ انکل کے اچانک ڈیتھ کی وجہ سے شہریار نے یہ سب سنبھال ہے۔

اس سے پہلے اس نے بھی صرف ایک چھوٹا سا بینک ہی کھولا تھا اور کچھ نہیں کیا تھا۔

اللہ آپ کا سایا میرے سر پر سلامت رکھے بابا۔ کم سے کم مجھے میری لائف انجوائے کرنے دیں۔

کر لو برخودار۔ کر لو مگر یہ مت بھولنا کہ ایک دن تمہیں ہی یہ گدی سنبھالنی ہے۔ یہ جاگیر داری سرداری یہ سب تم ہی سنبھالو گے۔ وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

دیکھیں گے۔۔ بابا دیکھیں گے۔۔اس نے گویا بات ٹال دی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وجاہت صاحب نے سر جھٹکا۔ خیر۔اس وقت میں نے آپ کو کوئی اور بات کرنے کے لیے بلایا ہے

ایک اور مسئلہ ہے جس پہ آپ سے بات کرنا بہت ضروری تھا۔

وہ جانتا تھا بابا نے اسے کس لیے بلایا ہے۔شرم سے اس کی آنکھیں مزید جھک گئیں۔مگر بولا تو صرف اتنا۔

جی کہیں بابا۔

دراصل ابھی تمہاری ماما مجھ سے اس بارے میں بات کر کے گئی ہیں کہ تمہارے راولپنڈی جانے سے پہلے تمہارا اور وانیہ کا نکاح کر دینا چاہیے اور میں یہ بات جانتا ہوں کہ تم ہی نے یہ بات اپنی ماما کے ذہن میں ڈالی ہو گی۔

کیونکہ ثریا بیگم خود سے یہ بات نہیں کہہ سکتیں۔اتنا تو میں انہیں جانتا ہوں۔

لہذا اب تم مجھے بتاؤ کہ کیا معاملہ ہے۔

وہ جانتا تھا بابا اسے پکڑ لیں گے مگر اتنی جلدی یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔وہ اس کے باپ تھے۔

بابا دراصل پچھلے کچھ عرصے سے وانیہ کا رویہ بہت عجیب ہو گیا ہے۔ پتہ نہیں لیکن مجھے لگتا ہے کہ سب کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ وہ سر جھکائے کہہ رہا تھا۔

ہو سکتا ہے یہ تمہارا وہم ہو صیان۔ ان کے لہجے میں تشویش تھی۔

بے شک ہو سکتا ہے کہ یہ میرا وہم ہو بابا لیکن جب سے ماما کی دوست اپنے بیٹے کا رشتہ وانیہ کے لیے لے کر گئیں ہیں۔ تب سے مجھے یہی محسوس ہو رہا ہے کہ شاید سچ مچ ایک چھوٹی سی بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب تک اسے کسی رشتے کا نام نہ دیا جائے۔ اس نے قطعی انداز میں کہا۔

خیر بات تو تمہاری بالکل ٹھیک ہے۔ وجاحت صاحب نے لمبی سانس بھری۔ اب وہ کہہ رہے تھے۔

میں تمہارے دادا جان سے بات کرتا ہوں۔ اگر ہو سکا تو ہم اگلی ویک اینڈ ہی وانیہ کے گھر جائیں گے۔

سچ بابا۔ اس کی انکھیں چمک رہیں تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

بالکل۔۔وجاہت صاحب نے ایک نظر بیٹے کے کھلتے چہرے کو دیکھااور پھر سر نفی میں ہلاتے ہوئے مسکرانے لگے۔اس لڑکے کا کچھ نہیں ہو سکتا۔

بابادراصل وہ میں نے شہریار سے ملنے جانا تھاتو میں۔۔۔صیان نے وہاں سے اٹھنے میں ہی عافیت سمجھی۔

ہاں ہاں ٹھیک ہے جاؤ۔وجاہت صاحب نے جیسے اس کی مشکل مزید آسان کر دی۔

لائبریری سے باہر آتے ہی اس نے لمبے لمبے سانس لیے۔

اس کی آنکھیں خوشی کے مارے چمک رہی تھی۔چہرہ شرم سے لال ہو چکا تھا۔

آخر۔۔آخر وہ کیا کرے۔کس کو بتائے وہ اپنی خوشی۔

پھر ایک دم سے دماغ میں شہریار کا نام لہرایا تو اس نے جیب سے موبائل نکالا۔اوں ہوں۔یہ خبر فون پر دینے والی نہیں ہے۔اس نے گیراج کی طرف دوڑ لگائی۔

اب یہ منظر اسی کینٹین کا ہے جس کو تم پہلے دیکھ چکے ہو مگر آج پہلے کی نسبت بہت چہل پہل تھی۔ پیپروں کی وجہ سے کالج کی تعداد مکمل تھی۔ جس کی وجہ سے کینٹین میں بھی رش لگا ہوا تھا۔

یار یہ آج کا پیپر کتنا مشکل تھا۔ میرا تو دماغ گھوم گیا ہے۔ پتہ نہیں میں پاس بھی ہوں گی یا نہیں۔ ذیب النساء روہانسی ہوتے ہوئے کہ رہی تھی۔

کم ان ذیب مذاق نہ کرو ہماری کلاس میں رول نمبر ون ہو تم۔ تمہارے فیل ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہ فیل ہونے جیسا خدشہ تو ہمارے جیسے لوگوں کو ہوتا ہے۔ وانیہ نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

اب ایسا بھی کچھ نہیں ہے وانیہ تم بھی اچھا پڑھ لیتی ہو۔ بس پتہ نہیں آج کل تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ ذیب نے اسے تسلی دی۔

اس بات پر وانیہ سر جھکا کر مسکرا دی۔ اب وہ اسے شاہمیر اور اس سے جڑے قصے کیا بتائے۔

وانیہ نے ذیب کو اب تک شاہمیر کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔

اب ہنس کیوں رہی ہو۔ارے ہاں یاد آیا مجھے تم سے کچھ ڈسکس کرنا تھا۔یار وہ نصیر۔وہ تو میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔اس نے میرا جینا حرام کر دیا ہے۔ذیب النساء کہہ رہی تھی۔

دن رات صبح شام ہر میسج میں اس کی صرف ایک ہی بات ہے کہ ملنے آؤ۔ملنے آؤ۔

اب تو بلیک میلنگ پر اترا آیا ہے کہ اگر میں ملنے نہ آئی تو وہ ابا سے بات کرے گا۔ابا کو میرے سارے میسجز دکھادے گا۔مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔

تو مل لو نا یار کیا مسئلہ ہے۔وانیہ نے لاپرواہی سے بات اڑائی۔

ملنے چلی جاؤں؟کیسی باتیں کر رہی ہو وانیہ۔میں کبھی ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔ذیب نے حیرت سے وانیہ کی طرف دیکھا۔

او یار ملنے میں کیا مسئلہ ہے۔باتیں بھی تو کرتی ہو نا مل لو گی تو کیا ہو جائے گا۔

ذیب کے دل کو ایک دھکا سا لگا تھا۔اگر میں باتیں کرتی ہوں تو اس کے یہ مطلب تو نہیں ہے ناوانیہ کہ میں اس سے ملنے بھی پہنچ جاؤں۔اس کے لہجے میں نمی تھی۔

اب تم خود ہی تو کہہ رہی ہو یار کہ وہ بلیک میل کر رہا ہے۔یہ کر رہا ہے۔وہ کر رہا ہے۔اب میرا نہیں خیال کہ وہ کسی اور چیز پر مانے گا۔

ذیب النساء کا چہرہ زرد پڑنے لگا۔اس نے تو سوچا تھا کہ وانیہ سے مشورہ لے گی۔ مگر وانیہ کی بے حسی نے اسے گہرے رنج میں مبتلا کر دیا۔

اس کا ذرد پڑتا چہرہ دیکھ کر وانیہ کچھ سنجیدہ ہوئی اور سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

او یار میں تو اس لیے کہہ رہی ہوں کہ ایک دفعہ مل کر معاملہ ٹھیک کر لو۔اس سے پوچھو بھئی کیا چاہتا ہے اور اس سے مل کر ڈائریکٹ بات کرو گی تو زیادہ بات سمجھ آئے گی۔ تم اس طرح اسے زیادہ سمجھا سکتی ہو۔

ذیب وانیہ کا چہرہ دیکھنے لگی۔ کہیں اس نے دوست بنانے میں غلطی تو نہیں کر دی۔

دماغ نے اس کو کوئی سگنل دیا مگر دوسرے پل اس نے وانیہ کا چہرہ دیکھا۔ایک اچھے خاندان کی خوبصورت ایجوکیٹڈ لڑکی۔

نہیں اس نے کوئی غلطی نہیں کی۔اس نے سگنل کو ریجیکٹ کر دیا۔ کسی بڑی مصیبت میں گرنے سے پہلے ہمیں اکثر سگنلز ملتے ہیں۔ مگر ہم خود ان سگنلز کو ریجیکٹ کر دیتے ہیں۔اس لیے قصور ہمیشہ ہمارا اپنا ہوتا ہے۔

میں سوچوں گی وانیہ میرے لیے بہت مشکل ہے۔ذیب نے بامشکل بات مکمل کی۔

دیکھ لو جیسے تمہیں ٹھیک لگے ہاں اور میں نے وہ قاسم والا معاملہ ٹھیک کر دیا تھا۔وانیہ کو گویا کوئی پرواہ نہ تھی۔

کیسے ٹھیک کیا تم نے۔ذیب نے پچھلی بات بھولتے ہوئے کہا۔

یار میں نے کہا تو تھا میں اس سے فیس بک پر بات کر لوں گی۔میں نے فیس بک پر اس کا نام سرچ کیا۔سامنے اس کی پروفائل آگئی وہ صاحب تو ماڈل نکلے۔وانیہ چٹخارہ دار لہجے میں کہہ رہی تھی۔

کیا مطلب وہ ایکٹنگ کرتا ہے۔ذیب کے چہرے پر تشویش پھیلی۔

ارے نہیں وہ ان سستے ماڈلز میں سے ہے۔جو ایک چھوٹی سی چھوٹی ایڈ کو بھی ترستے ہیں۔ وانیہ نے قہقہہ لگایا۔

خیر میں نے اسے کہہ دیا کہ تمہارا فون پانی میں گر گیا ہے۔اب وہ خود ہی پیچھا چھوڑ دے گا۔ وانیہ نے فرضی کالر جھاڑے۔

تھینک یو وانیہ۔دل نے اسے پھر سے ایک اور تسلی دی کہ نہیں وانیہ سے دوستی کر کے اس نے کوئی غلطی نہیں کی۔

اب وہ دونوں کسی اور موضوع پر بات کر رہی تھیں۔

یہ منظر ایک بہت خوبصورت لال رنگ کی حویلی کا ہے. جہاں سفید پتھروں سے بنی راہداری پر چلتے چلتے سیدھے آؤ تو آخری کمرے کا دروازہ کھلا ہے۔ دروازے کی اوٹ سے دیکھو تو اندر شہریار ڈھیر سارے کاغذوں کے درمیان گھرا بیٹھا ہے۔

اچانک ملازم نے آکر بتایا۔ چوہدری صاحب وہ آپ کے دوست آئے ہیں۔

شہریار نے سر اٹھا کر ملازم کو دیکھا۔ کون سا دوست ؟

وہ صیان صاحب آئے ہیں۔ ملازم نے خوشی خوشی اطلاع دی۔

شہریار نے ایک نظر گھڑی کو دیکھا۔ جو نو بجنے کا پتہ دیتی تھی۔ عشاء کا وقت ہو چکا تھا۔ باہر گھپ اندھیری رات کو دیکھا اور پھر ملازم کی طرف دیکھ کر کہا۔ فوراً اندر بولا کر لاؤ۔

ملازم کے جاتے ہی شہریار نے سارے کاغذوں کو جمع کر کے ایک طرف رکھنا شروع کیا۔

ابھی وہ رکھ ہی رہا تھا کہ کے دروازے میں صیان کھڑا دکھائی دیا۔

بھائی اتنی رات کو سب خیریت تو ہے۔ شہریار کو تھوڑی پریشانی ہوئی۔

ہاں سب خیریت ہے۔ خوشی کی خبر ہے۔ ابھی بتانی ہے۔ صیان نے کہا۔

ہاں ہاں بول۔

یار.....یار.....وہ نا.....میرا نا....اور وانیہ کا نا....اس سے الفاظ ادا نہیں ہو رہے تھے. اس کے جملے بیچ بیچ میں اٹک رہے تھے.

شہریار نے پہلے اس کا چہرہ دیکھا اور بولا بھائی تو بیٹھ جا پہلے پھر تسلی سے بتا دیں۔ سراج جاؤ صاحب کے لیے پانی لے کر آؤ۔

تو نے اپنی میڈیسن لی ہے۔ اب وہ صیان کی طرف متوجہ تھا۔

یار پہلے میری بات سن لے۔ صیان باضد تھا۔

ہاں ہاں بولو۔ آرام سے کہو۔ شہریار نے کہا۔

یار بابا نیکسٹ ویک اینڈ وانیہ کے گھر جائیں گے۔ ہمارے نکاح کی بات کرنے۔

صیان نے خوشی سے بھرے چہرے سے اس کو بتایا۔ مسکراہٹ اس کے چہرے سے جدا نہیں ہو رہی تھی۔

یہ خبر سنتے ہی ایک دفعہ تو شہریار کے چہرے پر مایوسی لہرائی۔اس نے انکھیں بند کی۔اسے وانیہ کبھی بھی صیان کے لیے پسند نہیں تھی۔وہ مغرور لڑکی اس کے ہیرے جیسے دوست کے قابل بلکل نہیں تھی مگر پھر اس نے اپنے دوست کا چہرہ دیکھا تو سر جھٹکا اور خوشی سے بولا۔

بہت مبارک ہو۔

یار مجھے یقین نہیں آرہا۔ بلکل یقین نہیں آرہا۔صیان خوشی سے ٹوٹتے ہوئے الفاظوں سے کہہ رہا تھا۔

میں پھر سے پوچھ رہا ہوں۔صیان تم نے میڈیسن لی ہے؟ شہریار کی لہجے میں تشویش تھی۔

نہیں۔نہیں لی۔یار اب مجھے کسی میڈیسن کی ضرورت نہیں ہے۔اب مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

شہریار نے ایک دفعہ اس کے چہرے کی طرف پھر دیکھا۔اس کے الفاظ کے برعکس اس کی طبیعت خراب ہو رہی تھی۔

اتنے میں سراج پانی لا چکا تھا۔ شہریار نے سامنے رکھے میز کی درمیانی دراز کھولی۔ اس سے نیلے رنگ کی میڈیسن نکالی اور صیان کو دی۔

یہ لو پہلے میڈیسن لو اور پانی پیو۔ چلو بیٹھو پہلے پانی پیو۔ میڈیسن لینے کے بعد اب اس کا چہرہ تھوڑا بہتر لگ رہا تھا۔ اب شہریار بولا۔

مجھے بہت خوشی ہے صیان تمہارے لیے۔ اللہ تمہیں خوش رکھے۔ مگر نیکسٹ ویک اینڈ کچھ جلدی نہیں ہے۔

یار میں چاہ رہا تھا کہ میرے راولپنڈی جانے سے پہلے میر اور وانیہ کا نکاح ہو جائے۔ بس اسی لیے سب جلدی جلدی ہو رہا ہے۔

اوکے مگر ولیمہ میری طرف سے ہو گا۔ شہریار نے خوشی سے کہا۔

او بھائی کون سا ولیمہ صرف نکاح ہو رہا ہے۔ رخصتی نہیں ہو رہی۔

پھر بھی یار کوئی گیٹ ٹو گیدر تو کریں گے نا۔ تیری شادی کو لے کر تو میں نے بہت کچھ سوچ رکھا ہے۔

صیان مسکرانے لگا۔ شہریار اور نیلم اس کی شادی کے لیے اس سے بھی زیادہ ایکسائٹڈ تھے۔

شہر یار نے ایک نظر پھر صیان کو دیکھا۔صیان کے ہاتھ پیر کانپ رہے تھے۔اکثر بہت خوشی یا بہت غمی کے موقع پر اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا تھا۔

صیان کا دھیان بٹانے کے لیے وہ کہنے لگا یار وہ راولپنڈی میں جو بلڈنگ ہم نے فائنل کی ہے۔ اس پر کچھ رینویشن وغیرہ کا کام ہونا تھا۔میں سوچ رہا تھا نیکسٹ ویک چلا جاؤں۔

نیکسٹ ویک کیسے یار۔نیکسٹ ویک وانیہ کہ گھر جانا ہے۔بات پھر وہیں آ گئی تھی۔

یار لیکن جانا تو تمہارے گھر والوں نے ہو گا۔میں نے تھوڑی جانا ہے۔

وہ تو ٹھیک ہے مگر ہم دونوں ساتھ چلتے نا رینویشن دیکھنے کے لیے۔صیان کی سانس اب بہتر ہو رہی تھی۔

نہیں تو یہاں اپنی خوشیاں انجوائے کر میں اکیلا ہی دیکھ لوں گا۔بلکل فکر نہ کر۔شہر یار نے گویا بات ختم کر دی۔

صیان نے شہر یار کو دیکھا۔وہ ہمیشہ ایسا ہی تھا ساری ذمہ داریاں خود پر لے لینے والا۔کبھی کبھی دنیا کی بھیڑ میں ہمیں ایسے لوگ بھی مل جاتے ہیں۔جو ہماری ذمہ داریاں بھی خود لے لیتے

ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم جییں۔ ہم اپنی زندگی خوشی سے گزاریں۔ ایسے لوگ نایاب ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کو ایسے لوگ میسر ہوں انھیں ان کی قدر کرنی چاہیے۔

اب شہریار صیان سے بلڈنگ کی رینویشن کے متعلق بات کر رہا تھا۔ وہ موضوع بدل رہا تھا۔ صیان کی طبیعت مزید بہتر ہو رہی تھی۔

یار یہ سر کتنا ٹف پیپر بناتے ہیں۔ میرا تو دماغ سب بھول جاتا ہے۔ ذیب آج پھر پیپر کے سخت ہونے کی دہائی دے رہی تھی۔

یار مشکل تو سچ میں بہت تھا۔ خیر ہو گیا۔ میرے لیے تو اتنا ہی کافی ہے۔ چلو چلیں۔ وہ دونوں کالج کا گیٹ پار کر کے وین میں آ بیٹھی تھیں۔

پانچ منٹ بعد وین چلنے لگی۔ ذیب معمول کے مطابق باہر دیکھ رہی تھی کہ اسے اچانک سے وہی دو لڑکے بائیک پر آج دوبارہ پیچھا کرتے نظر آئے۔ وانیہ دیکھو یہ تو وہی لڑکے ہیں۔ ذیب نے تھوڑا سنبھل کر وانیہ کہ کان میں سرگوشی کی۔

کون کدھر۔ وانیہ نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو ہیوی بائیک پر وہی دونوں لڑکے موجود تھے۔

قاسم معمول کے مطابق پیچھے بیٹھا تھا اور نبیل آگے بائیک چلا رہا تھا۔ نبیل آج گاڑی لایا تھا مگر قاسم نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کے وہ گاڑی میں پہچان نہیں سکے گی۔ لہازا وہ دونوں بائیک پر موجود تھے۔

وہ دونوں ان کی طرف دیکھنے لگیں۔ قاسم نے فوراً گاڑی کو رکوانے کا اشارہ کیا۔

یار وانیہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ ذیب خوف سے بولی۔

تم اسے اگنور کرو۔ وہ دونوں سرگوشیوں میں بات کر رہی تھیں۔

قاسم کی بائیک اب گاڑی کی بالکل برابر میں چل رہی تھی۔ وہ مسلسل ذیب کو گاڑی رکوانے کا اشارہ کر رہا تھا۔ ذیب نے فوراً شیشہ اوپر کر لیا۔

اب کیا کریں وانیہ۔

کسی بھی مصیبت کا حل صرف فیس کرنے میں ہوتا ہے میری یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ وانیہ نے تسلی سے کہا۔

کیا مطلب۔ ذیب نے ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔

میرا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس معاملے کو اب فیس کرنا پڑے گا۔اس معاملے کو فیس کرنے کا وقت آگیا ہے۔وہ اگر گاڑی رکوانے کا کہہ رہا ہے تو میں گاڑی رکوانے لگی ہوں۔

تم ہوش میں تو ہو۔ذیب کو وانیہ کی دماغی حالت پر شک ہوا۔

تم فکر نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں۔وانیہ اب بھی پر سکون تھی۔

وانیہ اب اونچی آواز میں کہہ رہی تھی۔انکل ذرا سامنے والے فوڈ فیسٹیول پہ گاڑی روک دیں۔ہم نے یہاں سے کچھ سامان لینا ہے۔

بیٹا ہمیں راستے میں رکنے کی اجازت نہیں ہے ہم صرف آپ کو آپ کے گھر چھوڑیں گے۔

انکل نے دھیمے لہجے میں کہا۔

انکل پلیز بس آج روک دیں۔ہم بس ابھی آجائیں گے۔پانچ منٹ میں آجائیں گے۔

وانیہ مسلسل انکل کو دلائل دیے جارہی تھی۔

ٹھیک ہے۔دس منٹ بحث کرنے کے بعد انکل نے باقاعدہ ہار مان لی۔

Clubb of Quality Content

انکل نے گاڑی سائیڈ پہ کر کے فوڈ فیسٹیول کی پارکنگ میں روک دی۔سب لڑکیاں وہیں بیٹھی تھیں۔لڑکیاں ابھی تک قاسم اور نبیل کہ پیچھا کرنے سے انجان تھیں۔

وانیہ ذیب کا ہاتھ پکڑے گاڑی سے اتری اور وہ دونوں فوڈ فیسٹیول میں چلی گیں۔ان کے پیچھے پیچھے قاسم اور نبیل کی بائیک بھی پارکنگ میں رکی۔وہ دونوں بھی بائیک سے اتر کر فوڈ فیسٹیول میں جا چکے تھے۔

اندر جا کر وانیہ فوراً چاکلیٹ سیکشن میں چلی گئی۔وہ اور ذیب جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے مختلف طرح کی چاکلیٹس دیکھ رہیں تھیں کہ پیچھے سے آواز آئی۔ایکسکیوزمی۔

وہ دونوں ایک جھٹکے سے مڑیں۔جی۔ذیب نے کہا۔

آپ کی دوست نے بتایا تھا مجھے کہ آپ کا سیل پانی میں گر گیا ہے تو میں کہہ رہا تھا کہ آپ یہ رکھ لیں۔اس نے جیب سے ایک آئی فون 13 پرو میکس نکال کر سامنے کیا۔

جی۔یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ذیب النساء نے جواب دیا۔

میں کہہ رہا تھا پلیز آپ یہ رکھ لیں۔میں اس پر آپ سے خود ہی کانٹیکٹ کر لوں گا۔

سوری مگر میں یہ نہیں رکھ سکتی۔ذیب النساء نے دوٹوک جواب دیا۔

کیوں پلیز گفٹ سمجھ کر رکھ لیں۔وہ باضد تھا۔

میں ہر کسی سے گفٹس نہیں لیتی۔ذیب النساء نے وہاں سے نکلنے کی۔

مگر قاسم کے دو قدم مذید آگے آنے پر باہر سے نکلنے کا راستہ بلاک ہو گیا تھا۔

ہو سکتا ہے میں جلد ہی ہر کسی میں نہ رہوں۔وہ مسکراتے ہوئے ذیب کی طرف دیکھ رہا تھا۔

وانیہ ابھی تک خاموش تھی۔وانیہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو انکل فوڈ فیسٹیول کے اندر آرہے تھے۔وانیہ نے فوراً قاسم کے ہاتھ سے موبائل چھینا اور کہا۔

میں اسے یہ دے دوں گی۔آپ سامنے سے ہٹ جائیں۔

قاسم مسکراتے ہوئے سامنے سے ہٹ گیا۔

وانیہ نے ذیب کا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے باہر نکل گئی۔انکل فوڈ فیسٹیول کے مین گیٹ پر ہی کھڑے تھے۔

بیٹا آپ لوگوں نے اتنی دیر کر دی۔

سوری انکل بس آ گئے ہم۔وہ دونوں انکل کے پیچھے پیچھے چلتی واپس آ کر وین میں بیٹھ گئیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تم نے اس سے یہ کیوں لیا۔ذیب وانیہ کے کان میں چیخی مگر سر گوشی کے سے انداز میں۔

گاڑی میں موجود دیگر لڑکیاں اب تک انجان تھیں۔

دیکھو ذیب اگر میں یہ نہ لیتی تو انکل ہمیں اس کے ساتھ دیکھ لیتے اور پھر وہ تمہارے بابا کو بتا دیتے۔میں نے تمہیں ایک مشکل سے بچایا ہے۔

مگر دوسری مشکل میں بھی تو ڈال دیا نا۔اب میں کیا کروں اس موبائل کا۔

تم بس اسے رکھ لو۔اسے سائلنٹ کر لو کال آئے تو اٹینڈ مت کرنا۔

تم کیا کہہ رہی ہو۔میں یہ فون اسے واپس کیسے کروں گی۔مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔

یار فی الحال سمجھ تو مجھے بھی کچھ نہیں آرہا۔بس ابھی مجھے اس سچویشن سے نکلنے کا یہی حل سمجھ آیا تو میں نے کر لیا۔میں انکل کو حقیقت تو نہیں بتا سکتی تھی نا۔

ذیب نے ایک نظر وانیہ کی طرف دیکھا۔کہہ تو وہ بھی ٹھیک رہی تھی اگر انکل عین موقع پر قاسم کو دیکھ لیتے تو بہت برا حال ہوتا اور ابا کو بتا دیتے تو بہت ہی برا حال ہوتا۔

وانیہ نے چپکے سے وہ موبائل ذیب النساء کے بیگ میں ڈال دیا۔ذیب النساء کو وہ موبائل کم اور ٹک ٹک کردہ ایٹم بم زیادہ لگ رہا تھا۔

گاڑی ہنوز سڑک پر اپنا سفر طے کرتی جارہی تھی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

کیا حال ہے غضنفر کتنے دن ہو گئے ہیں تم گھر نہیں آئے۔ وجاہت صاحب نے فون پر کہا۔

وہ اس وقت ایک خوبصورت گارڈن میں بیٹھے تھے اور مختلف پھولوں کو دیکھتے ہوئے بات کر رہے تھے۔

بھائی بس آج کل ورک لوڈ زیادہ ہے تو بس اسی لیے۔ کوشش کروں گا جلد شبانہ کو آپ سے ملانے لے کر آؤں۔ سپیکر سے آواز گونجی۔

میں تو سوچ رہا تھا کہ میں خود ملنے آجاتا ہوں۔ تم دونوں سے کچھ ضروری بات بھی کرنی تھی۔

جی جی آپ کا اپنا گھر ہے وجاہت بھائی۔ آپ جب مرضی آئیں اور اگر کوئی اہم کام ہے تو مجھے ابھی بتادیں۔

نہیں فون پہ بتانے والا کام نہیں ہے۔ آکر ہی بات ہو گی تم سے۔

جیسے آپ کو ٹھیک لگے بھائی۔

Clubb of Quality Content

اوکے پھر تمہارے گھر نیکسٹ ویک اینڈ ہوتی ہے ملاقات۔ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا پھر بعد میں بات ہوتی ہے۔اللہ حافظ۔

اللہ حافظ بھائی۔غضنفر نے کہا۔

لیں جی کرلی بات۔پیچھے سے آتی ہوئی ثریا کو دیکھتے ہوئے وجاہت صاحب نے کہا۔

ابھی تو آپ نے صرف غضنفر بھائی سے بات کی ہے نا۔اپنے بابا سے کب بات کریں گے۔

ان سے بھی آج ہی کرتا ہوں۔آپ اپنی تیاری مکمل رکھیں۔آخر کو اکلوتی بہو مانگنے جا رہی ہیں آپ۔وہ ہنستے ہوئے کہہ رہے تھے۔

میری تیاری کی آپ فکر نہ کریں اپنی اکلوتی لاڈلی بہو پر میں نے اپنے سارے ارمان پورے کرنے ہیں۔

کرلینا۔کرلینا۔وہ مسلسل ہنس رہے تھے۔

باغیچے کے پھول ان دونوں کو دیکھتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔۔

زیب النساء گھر آتے ہی فوراً اپنے کمرے میں گئی۔بیگ سے موبائل نکالا سائلینٹ کیا اور اسے المار ی میں خفیہ جگہ پر چھپادیا۔

کچھ گھنٹوں بعد آکر دیکھا تو اس پر ڈھیر ساری مس کالز آچکی تھیں۔کال اب بھی آرہی تھی۔

زیب النساء نے تھوڑی پریشانی سے اس موبائل کو دیکھا۔

ایک نیا مسئلہ اب کیا کروں۔خیر ایک بات تو طے ہے میں اس انسان سے بات کبھی نہیں کرنا چاہتی۔میں تو ابھی نصیر والے مسئلے سے نہیں نکلی۔

یہ سب سوچتے ہوئے اس نے لمبی سانس لی اور الماری کو بند کردیا۔

بیڈ پر رکھے اپنے بیگ کو دیکھا۔اس میں سے ایک لفافہ نکالا۔

ابھی ابا کو بتاتی ہوں۔لفافہ اپنے دوپٹے میں چھپاتی وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

باہر بارش ہورہی تھی۔اماں پکوڑے بنارہی تھیں۔ابا اور اس کے سارے بہن بھائی بیٹھے تھے۔ایک لمحے کو اس کادل بھی پگلا سوچا کہ وہ بھی ان کے ساتھ جاکر بیٹھے۔وہ جیسے ہی قریب آئی۔اس کی بہنوں نے اس کو ناک بھوں چڑھاکر دیکھا۔بھائی کو تو وہ ویسے ہی ناپسند تھی۔

Clubb of Quality Content

وہ سب اپنی باتوں میں مگن تھے۔اس کے پاس کسی سے کرنے کو کوئی بات نہیں تھی مگر وہ پھر بھی لفافہ تھامے خاموشی سے کونے میں بیٹھی صحیح موقع کا انتظار کرتی رہی۔

ماہم سے اس کی خاموشی اور مسکراہٹ ہر گز برداشت نہیں ہوئی۔ تبھی وہ کہنے لگی۔

ابا میری یونیورسٹی کا ٹرپ مری جا رہا ہے۔میں بھی چلی جاؤں۔ذیب النساء نے انکھیں اٹھا کر ابا کو دیکھا۔

وہ جانتی تھی۔ابا انکار کر دیں گے۔کہاں راتوں کو باہر رکنا۔کئی دن کا ٹرپ۔اتنی دور۔ابا تو بالکل انکار کر دیں گے۔مگر اگلے لمحے اسے جھٹکا لگا۔جب ابا نے کہا۔

ہاں بیٹا چلی جاؤ۔پیسے چاہیے ہو تو مجھے بتا دینا۔کتنے دن کا ٹرپ ہے ویسے۔

ابا دس دن کا۔ماہم چہکی۔

کوئی بات نہیں چلی جانا۔ابا اطمینان سے کہہ کر پکوڑے کھانے لگے۔

شاک سے اس کی انکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ابھی اس واقعہ کو دن ہی کتنے ہوئے تھے۔ جب صرف 15 منٹ لیٹ ہونے پر ابا نے اسے تھپڑ لگا یا تھا۔

Clubb of Quality Content

وہ بے یقینی سے ماہم اور ابا کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ماہم نے ایک جیتاتی ہوئی نظر اس پر ڈالی اور وہاں سے اٹھ گئی۔ذیب النساء نے اپنے اندر ڈھیروں آنسو اتارے اور وہاں سے لفافہ لیے بنا کچھ کہے اٹھ گئی۔کمرے میں آکر دیکھا تو قاسم کا موبائل ہنوز بج رہا تھا۔

اسی غم اور فطرت جذبات میں اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ کب اس نے موبائل باہر نکالا اور کال اٹینڈ کر لی۔

فون جیسے اس نے کان پر لگایا تو آواز گونجی۔

مجھے یقین نہیں آرہا آپ نے میرا فون اٹینڈ کر لیا۔کب سے آپ کو ٹرائی کر رہا ہوں۔

میں تھوڑا۔۔۔بزی تھی۔ذیب النساء نے اٹکتے ہوئے کہا۔

کوئی بات نہیں اب تو اٹینڈ کر لیا نا۔میں اسی پر خوش ہوں۔وہ مزید آگے بھی کچھ اور کہہ رہا تھا مگر ذیب النساء کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔اس نے ایک ہاتھ سے موبائل تھاما اور دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت سے اپنے آنسو رگڑے اور لان میں بیٹھے ابا کو دیکھتے ہوئے نخوت سے سوچا۔میں اب ایسا ہی کروں گی جیسا مجھے سمجھتے ہیں۔میں ایسا ہی کروں گی۔

Clubb of Quality Content

ابا پر آنے والا غصہ اب کی بار پھر اسی طرح نکل رہا تھا۔ہمیشہ کی کی جانے والی غلطی پھر دہرائی گئی تھی مگر اب کی بار اسے پتہ نہیں تھا کہ اب کی بار کی گئی یہ غلطی اس کی زندگی بدل دے گی۔

....

فائنلی یہ پیپروں سے تو جان چھوٹی مختلف کپڑوں کو وارڈروب میں دیکھتے ہوئے اس نے سوچا۔

ایک سے ایک ڈریس نکال کر دیکھا مگر کچھ بھی پسند نہیں آرہا تھا۔

لگتا ہے مجھے شاپنگ پر جانا پڑے گا پر ابھی تو ٹائم نہیں ہے۔گھڑی کو دیکھتے ہوئے اس نے سوچا۔آج اسے شاہمیر سے ملنے جانا تھا۔وہ دل لگا کر تیار ہونا چاہتی تھی۔

آدھے گھنٹے کی جدوجہد کے بعد اسے ایک ڈریس پسند آہی گیا۔اسے پہن کر اس کے ساتھ میچنگ جوتے،ہیلز،ایرنگ ہر چیز پر خوب محنت کرنے کی وجہ سے اسے تیار ہوتے ہوتے دو گھنٹے ہوچکے تھے۔

گھڑی چھ بجنے کا پتہ دیتی تھی۔

آف میں تو آدھا گھنٹہ لیٹ ہو گئی۔ فوراً سے بیگ اٹھایا اور باہر کی طرف بھاگی۔ گھر میں اس وقت کوئی نہیں تھا۔

جیسے ہی وہ گیراج میں آئی ڈرائیور نے پوچھا۔ جی۔ بی بی۔ کہاں جانا ہے؟

آپ کے ساتھ نہیں جانا چچا۔ آپ چابی مجھے دیں۔ ڈرائیور سے چابی لینے کے بعد وہ گاڑی میں بیٹھی۔ گاڑی سٹارٹ کی اور اپنے گھر کی چوکھٹ پار کر گئی۔

اب یہ منظر ایک سی تھیم فینسی ریسٹورنٹ کا ہے.

انتہائی خوبصورت ریسٹورنٹ. جس میں پنک کلر کے صوفے بلیک کلر کی میز کے سامنے رکھے تھے. ایک آخری صوفے پر ایک کونے میں وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ دروازے سے داخل ہوتے ہی وانیہ کی نظر سیدھی اسی پر گئی۔ یہ آنکھیں آخری یہی تو تھیں۔

بھلا وانیہ انہیں بھول سکتی تھی کیا۔

اسی لمحے شاہمیر کی نظر بھی وانیہ پہ پڑی وہ احترامن کھڑا ہو گیا تھا۔

وانیہ چند قدم چل کر قریب آئی۔

مجھے یقین نہیں آرہا کہ آپ میرے سامنے کھڑی ہیں۔ شاہمیر نے ہلکی آواز میں کہا۔ وہ گویا سانس روکے کھڑا تھا۔

وانیہ بھی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ یہ آنکھیں۔ یہ آنکھیں کچھ کہتی تھیں یا نظر باندھ لیتی تھیں۔

شاہمیر کی بات پر وانیہ سر جھکا کے ہنس دی۔ اس کے ہنسنے پر شاہمیر کا سکتہ ٹوٹا تو ہلکی آواز میں کہنے لگا۔ پلیز بیٹھ جائیں۔

اب تم اگر تھوڑی دیر بعد کھڑکی کی اوٹ سے دیکھو تو وہ دونوں کھانا کھاتے ہوئے ہلکی پھلکی باتیں کر رہے تھے۔ وقت گزرتا جا رہا تھا اور باہر رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔

رات گہری ہوتی جا رہی تھی مگر زیب النساء اپنے کمرے میں فون کان سے لگائے قاسم سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔

بلکہ اگر غور کیا جائے تو اس نے تو چند جملہ ہی بولے تھے۔یہ قاسم تھا۔جس کی زبان کو بریک نہیں لگ رہی تھی۔وہ خود ہی ایسی باتیں کرتا تھا کہ گفتگو کا ربط نہ ٹوٹنے پائے۔وہ یکطرفہ بے ربط گفتگو کرنے میں ماہر تھا۔

بظاہر توذیب النساء اس کی باتیں سن رہی تھی مگر ذہن کے پردے پر صرف ابا اور ماہم کی باتیں گونج رہی تھیں۔ماہم کی وہ نظریں۔ابا کی بے فکری۔ماہم پر اعتماد۔اس پر صرف شک۔

آپ سن رہی ہیں نا؟ سپیکر سے آواز گونجی توذیب نے انکھیں بند کر کے کھولیں۔لمبی سانس لی اور کہا۔جی میں سن رہی ہوں۔

جواب سنتے ہی قاسم مزید پرجوش ہو کر جہاں سے بات چھوڑی تھی وہیں سے مکمل کرنے لگا۔کھڑکی کے باہر رات اب اور گہری ہو رہی تھی۔ہر غم سے گہری۔ہر تکلیف سے گہری۔

ایک ہفتہ کیسے گزرا صیان کو پتہ ہی نہیں چلا۔اب وہ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ وقت کبھی کبھی کتنا جلدی گزرتا ہے نا۔اماں کی طرف دیکھا جو اپنی تیاریوں میں بہت مگن تھیں۔گاؤں کی حویلی سے بہت سی خواتین سامان تیار کروانے بہت پہلے سے آ چکی تھیں۔

اب وہ خود گیٹ پر اپنے دادا ابو، تایا، چاچا کو ریسیو کرنے جا رہا تھا۔ وجاہت صاحب گیٹ پر پہلے سے ہی موجود تھے۔

راہداری سے چلتا ہوا وہ مین گیٹ پر پہنچا۔ جہاں وجاہت صاحب پہلے ہی موجود تھے۔ اتنے میں دس بارہ گاڑیاں آگے پیچھے داخل ہوئیں۔ گاڑیوں کے دروازے کھلے اور ایک بزرگ سفید کپڑے اور سفید پگڑی پہنے آگے بڑھے ان کے بعد ان کے پیچھے دوسرے افراد بھی گاڑیوں سے اترنے لگے۔ وجاہت صاحب سے ملنے کے بعد وہ اس کی طرف بڑھ رہے تھے کہ صیان نے اونچی آواز لگائی۔

داداجان۔ وہ انتہائی خوشی سے ان سے گلے مل رہا تھا۔ داداجان کی انکھیں بھی نم تھی اپنے پوتے سے وہ کس طرح دور رہے تھے یہ وہی جانتے تھے مگر اس کے باپ کی ضد کے ہاتھوں مجبور تھے۔

ایک نظر اپنے بیٹے کو دیکھا اور ایک نظر اپنے پوتے کو اور اپنی آنکھیں دکھ سے بند کر لیں۔ چلیں باباجان اندر چلتے ہیں۔ وجاہت صاحب اپنے دیگر بھائیوں سے مل کر آ چکے تھے۔

صیان بھی اپنے تایا اور چچا جان سے ملنے لگا۔اب وہ انہیں لے کر حویلی کے اندر جا رہے تھے۔

تھوڑی سی دیر بعد کا منظر دیکھو تو پوری حویلی میں چہل پہل عروج پر تھی۔کھانے کے لوازمات تیار ہو رہے تھے۔وانیہ کے گھر جانے کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔

صیان کی کمرے کی کھڑکی کی اوٹ سے دیکھو تو تمہیں نظر آئے گا کہ وہ منہ بنائے الماری کے سامنے کھڑا ہر چیز کو غصے سے دیکھ رہا ہے۔ان میں سے کوئی ایک بھی ڈریس ڈھنگ کا نہیں ہے۔مجھے پہلے کیوں نہیں خیال آیا کہ مجھے شاپنگ پر جانا چاہیے۔ایک کے بعد دوسرے ڈریس کو نکال کر بیڈ پر پھینکتے ہوئے وہ اونچا سا بڑبڑایا۔

اتنے میں ثریا بیگم دروازے سے داخل ہوئیں۔

کیا ہوا ہے بیٹا۔سب کب سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

ماما مجھے یاد نہیں تھا تو آپ ہی مجھے یاد کروا دیتی کہ میں کوئی شاپنگ کر لوں۔ان میں سے تو کوئی بھی ڈریس اس قابل نہیں ہے کہ پہن کے جایا جا سکے۔

بیٹا آج نکاح تھوڑی ہے۔ابھی تو ہم صرف بات پکی کرنے جا رہے ہیں اور نکاح کی تاریخ طے کرنے جا رہے ہیں۔کچھ بھی پہن لو۔ویسے بھی میرے بیٹے پر تو ہر چیز جچتی ہے۔

آپ تو اب یہی کہیں گی نا۔ وہ ابھی بھی چھوٹے بچوں کی طرح منہ چڑھائے کھڑا تھا۔

کچھ تو ڈیسائیڈ کر لو نا۔ ویسے شہر یار کہاں ہے؟

ماماوہ توراولپنڈی گیا ہے۔ وہاں عمارت کے کچھ ایشوز تھے ویسے تو ہم دونوں نے جانا تھا لیکن اب چونکہ میں نے یہاں جانا تھا تو سارا کام وہ خود ہی دیکھ رہا ہے۔

ویسے شہر یار کتنا اچھا بچہ ہے نا دیکھو سارے کام اپنے سر پر لیے ہوئے ہیں۔

جی جی مگر اس وقت پہلے میرے کپڑوں کا مسئلہ حل کریں۔

ثریا بیگم نے دو قدم الماری کی طرف لیے اور تمام کپڑوں میں سے ایک کالے رنگ کا کرتا باہر نکالا۔

یہ پہن لو۔

یہ نہیں ماما۔ یہ اتنا اچھا نہیں لگ رہا۔

اس سے اچھا کیا لگے گا صیان۔ بہت اچھا لگے گا ایک دفعہ پہن کے تو دیکھو بیٹا۔

اچھا ایک دفعہ پہن کر دیکھ لو اگر نہ اچھا لگا تو ہم ابھی کچھ اور بندوبست کر لیں گے ٹھیک ہے۔

Clubb of Quality Content

ٹھیک ہے میں ایک دفعہ بس ٹرائی کر لیتا ہوں۔

ثریا بیگم اس کے کمرے میں وہیں بیٹھ گئیں۔ پانچ منٹ بعد وہ واشروم سے باہر نکلا تو ثریا بیگم بے اختیار کہنے لگیں۔

ماشاءاللہ ماشاءاللہ دیکھو بیٹا کتنا اچھا لگ رہا ہے۔

وہ ایک نظر مڑا تو اس نے آئینے میں دیکھا۔ سوٹ واقعی جچ رہا تھا اور امید کے برعکس وہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

ہاں بس ٹھیک ہی ہے۔ اس نے منہ چڑھاتے ہوئے کہا۔

چلو اب جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ سب باہر انتظار کر رہے ہیں۔ تم تو لڑکیوں سے بھی زیادہ ٹائم لیتے ہو صیان۔ ثریا بیگم کہ کر جا چکی تھیں۔

قریب آدھے گھنٹے بعد 12 سے 15 گاڑیاں ڈھیروں ڈھیر تیاریوں کے ساتھ وانیہ کے گھر روانا ہو گئی تھیں۔

Clubb of Quality Content

غضنفر صاحب اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھے اخبار کا مطالعہ کر رہے تھے۔انہیں یاد تھا کہ آج وجاہت صاحب نے 10 بجے آنا تھا۔اسی لیے وہ آج آفس نہیں گئے تھے ورنہ اکثر وہ ویک اینڈ پر بھی آفس چلے جایا کرتے تھے۔ان کی کوئی نہ کوئی میٹنگ شیڈیولڈ ہوتی تھی۔

شبانہ کو بھی معلوم تھا کہ وجاہت صاحب آنے والے ہیں۔اپنے بھائی کے آنے سے پہلے وہ سارے کام نپٹا رہی تھیں جبکہ نیلم اپنے کمرے میں مختلف طرح کے ڈریسز دیکھ رہی تھی۔ اس گھر میں صرف وہی تھی جسے آج اپنے ماموں ممانی کے آنے کا اصل مقصد پتہ تھا۔اس کے چہرے سے مسکراہٹ ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔

اتنے میں ہی دروازے کے باہر گاڑیوں نے ہارن بجایا چوکیدار نے گیٹ کھولا اور تمام گاڑیاں ایک کے بعد ایک اندر داخل ہوئیں۔

غضنفر صاحب ریسیو کرنے کے لیے جب دروازے پر پہنچے تو صیان کے دادا اور تایا چاچا کو دیکھ کر ایک پل حیران رہ گئے۔ شبانہ خوشی خوشی آگے بڑھیں اور اپنے باپ کے گلے لگ گیں پھر دیگر بھائیوں سے ملیں۔ وہ لوگ سب کو لے کر اندر آ گئے۔

وجاہت صاحب کی مسکراہٹ اور اتنی مٹھائیاں کے ٹوکرے، تیاریاں اور سامان دیکھ کر ایک پل تو غضنفر صاف ٹھٹکے مگر دوسرے ہی پل سر جھٹک کر مسکرا دیے۔

شبانہ کو اب اپنی ساری تیاریاں پھیکی لگ رہی تھیں۔ اپنے بابا اور دوسرے بھائیوں کی آمد سے وہ لاعلم تھیں۔ انہیں تو بس یہی معلوم تھا کہ وجاہت صاحب اور ثریا بیگم صیان کے ساتھ آ رہے ہیں۔ اچانک پیش آنے والی اس صورت حال کے پیش نظر انھوں نے کچن میں ہونے والی تیاریوں میں مزید اضافہ کر دیا۔

ڈرائنگ روم میں رونق لگی ہوئی تھی۔ سب لوگ باتیں کر رہے تھے۔ ثریا بیگم نے نقاب کیا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ اور شبانہ تھوڑا الگ بیٹھیں تھیں۔

تھوڑی دیر باتوں کے بعد وجاہت صاحب کھنکارے۔

آج تو غضنفر ہم تم سے کچھ خاص مانگنے آئے ہیں۔

غضنفر کو کچھ اندازہ تو سامان اور تیاریوں سے ہو گیا تھا مگر پھر بھی وہ بولے۔جی بھائی کھل کر کہیں.

وجاہت کی جگہ دادا جان نے کہا غضنفر ہم چاہتے ہیں کہ وانیہ اور صیان کی جو بات بچپن میں طے تھی۔اس کو ایک اب ایک مکمل رشتے میں ڈال دیا جائے۔ہم وانیہ اور صیان کے نکاح کی بات کرنے آئے ہیں.

شبانہ کے چہرے پر تزبزب پھیلا۔بابا وانیہ کا نکاح۔۔

پر بابا وانیہ تو ابھی بہت چھوٹی ہے۔ابھی تو اس کی پڑھائی چل رہی ہے۔غضنفر صاحب بولے۔
غضنفر صاحب انہی والدین میں سے تھے جنہیں ہمیشہ اپنی بیٹی بہت چھوٹی لگتی ہے۔

غضنفر بھائی ہم صرف نکاح کی بات کر رہے ہیں۔رخصتی کی تو بات نہیں کر رہے۔رخصتی تو ہم وانیہ کی سٹڈیز مکمل ہونے کے بعد ہی لیں گے۔وجاہت صاحب نے مزید کہا۔

اور ویسے بھی رشتہ تو شروع سے ہی طے تھا۔کب تک ایک چھوٹی سی بات پر وانیہ اور صیان دونوں بیٹھے رہیں۔

Clubb of Quality Content

غضنفر نے ایک نظر شبانہ کو دیکھا اور پھر جیسے ہتھیار ڈال دیے۔ ٹھیک ہے بھائی صاحب جیسے آپ کو ٹھیک لگے۔ آپ لوگوں کی امانت ہے۔ آپ لوگ جب چاہے لے جائیں۔

اس بات کے ساتھ ہی سب کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ صیان اب تک گردن اور نظریں جھکائے بیٹھا تھا پر اپنے چہرے پر پھیلنے والی مسکراہٹ کو نہ روک سکا۔

ثریا بیگم منہ میٹھا کرواؤ۔ وجاہت صاحب نے ثریا بیگم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ثریا بیگم بنا کسی تامل کیے اٹھی اور مٹھائی کا ٹوکرا کھول کر سب کا منہ میٹھا کروانے لگیں۔

تو پھر ٹھیک ہے اگلے ویک اینڈ وانیہ اور صیان کا نکاح ہو گا۔ یہ آواز دادا جان کی تھی۔

ٹھیک ہے بابا مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ غضنفر صاحب نے بابا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ شبانہ خوشی سے اپنے باپ کو دیکھ رہی تھیں۔

ارے بالا بالا ہی بات طے کر لی۔ کوئی میری بیٹی کو بھی بلاؤ۔ یہ آواز ثریا بیگم کی تھی۔

نیلم جو بار بار ڈرائنگ روم کے باہر چکر لگا کر سن گن لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ فوراً الرٹ ہوئی۔ خوشی اس کے چہرے سے ظاہر تھی۔

کیوں نہیں بھابھی۔ شبانہ نے ثریا کو دیکھتے ہوئے کہا اور آواز دی۔

نیلم۔۔ نیلم۔۔۔

نیلم جو باہر کھڑی تھی فوراً سے اس نے سر اٹھایا اندر دو قدم بڑھانے لگی پھر سوچا۔

اگر میں فوراً چلی جاؤں گی تو سب یہی سوچیں گے کہ میں باہر ہی کھڑی تھی۔ اس معاملے کا حل نکالتے ہوئے وہ دروازے کی اوٹ میں ہو گئی۔ پانچ منٹ رکی اور پھر اندر چل دی۔

ثریا بیگم اس کی یہ حرکت دیکھ کر سر جھکا کے مسکرا دی۔ جس اینگل سے ثریا بیگم بیٹھی تھیں۔ نیلم کی حرکتیں صرف وہی دیکھ سکتی تھیں۔

جی ماما۔ نیلم نے اندر آتے ہوئے شرافت سے سوال کیا۔

نیلم سب مہمانوں کو پہلے ہی سلام کر چکی تھی جبکہ وانیہ ہنوز اپنے کمرے میں بند تھی۔

بیٹا جاؤ وانیہ کو بلا کر لاؤ۔ شبانہ نے نیلم سے کہا۔ جس پر وہ جی کہتی ہوئی واپس بھاگ گئی۔

وہ تیز تیز وانیہ کے کمرے کی طرف سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ ایکسائٹمنٹ اور خوشی سے چہرہ تمتما رہا تھا۔

اس ایک ہفتے کے گزرنے کا وانیہ کو بھی پتہ نہیں چلا۔

جب سے وہ شاہمیر سے مل کر آئی تھی۔اس کے چہرے پر ایک انوکھی خوشی تھی۔ایک انوکھا اطمینان۔یہ رنگ اس کے چہرے پر پہلی بار کھلے تھے۔وہ بہت خوش تھی۔بہت خوش۔

اپنی کمرے میں بیڈ پر لیٹی انوکھے خواب بنتی وہ تکیے پر سر رکھے مسکرا رہی تھی کہ تبھی نیلم نے دروازہ بجایا۔

آپی میں اندر آ جاؤں؟

ہاں آ جاؤ۔وانیہ نے اونچا سا کہا۔

نیلم فوراً سے بھاگتی ہوئی اندر آئی۔

نیلم کی تلاش خراش اور تیاری دیکھ کر وانیہ نے کہا۔

تم اتنی تیار ہو کر کہا جا رہی ہو؟

نہیں میں کہیں نہیں جا رہی۔وہ مہمان آئے ہیں گھر میں۔ماموں ممانی۔نانا ابو۔بڑے ماموں۔چھوٹے ماموں۔صیان۔سب لوگ آئے ہیں۔

کیوں خیریت ہے؟وانیہ نے تعجب سے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جی بس آپ نیچے چلیں۔سب آپ کو بلا رہے ہیں۔

اچھا تم جاؤ میں آتی ہوں۔وانیہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

میرے ساتھ چلیں نا۔نیلم نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

اچھا ایک منٹ یہیں رکو میں آتی ہوں۔وانیہ کو نیلم سے بہت پیار تھا یا شاید نیلم تھی ہی ایسی کے سب اس کے گرویدہ ہو جائیں۔

اسے وہیں بیٹھا کر وانیہ تیار ہونے چلی گئی۔اب ان لوگوں کے سامنے ان کپڑوں اور اس حالت میں تو وہ نہیں جا سکتی تھی۔ویسے بھی وہ اپنا بہت خیال رکھنے کی عادی تھی۔

کچھ دیر بعد نیلم وانیہ کا ہاتھ پکڑے اسے سیڑھیوں سے نیچے لا رہی تھی۔جوں ہی وہ دونوں ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں۔سب لوگوں نے نظریں اٹھا کر وانیہ کو دیکھا۔مگر صیان نے نظریں اٹھانے کی ہمت اب بھی نہیں کی تھی۔

اسلام علیکم۔اس نے جھکتے ہوئے سب سے سلام کیا۔

سب نے جواب دیا۔

ممانی نے اسے پاس بلا کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ جبکہ نیلم سامنے موجود صوفے پر بیٹھ گئی۔

اب وہ ایک صوفے پر بیٹھی تھی۔ جس کے درمیان میں وانیہ ایک طرف شبانہ اور ایک طرف ثریا بیگم بیٹھی تھیں۔

ثریا بیگم نے کہا۔اب تو میری بیٹی پکا پکا ہمارے گھر آنے والی ہے۔ وانیہ نے گردن موڑ کے ایک دفعہ ایک نظر ثریا بیگم کو دیکھا۔اسے یہ بات سمجھ نہیں آئی۔

اس نے کہا۔جی؟اور ممانی کی طرف نا سمجھی سے دیکھا۔

ثریا بیگم خوشی سے بولیں۔ارے بیٹا میں تمہیں یہی بتانا چاہ رہی ہوں کہ ہم نے اگلے ویک اینڈ تمہارا اور صیان کا نکاح طے دیا ہے پھر جب تمہاری پڑھائی مکمل ہو جائے گی تو تمہاری رخصتی بھی لے لیں گے۔ پھر میری بیٹی ہمیشہ کے لیے میرے گھر آجائے گی۔

وانیہ نے نا سمجھی سے ممانی کی طرف دیکھا۔ پھر گردن موڑ کر اپنی ماں کی طرف دیکھا۔شبانہ بھی مسکرا رہی تھیں انہوں نے سر ہلا کر گویا اقرار کیا۔

وانیہ کی انکھیں شاک سے پھیل گئیں۔اس نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا جو گردن اور نظریں جھکائے بیٹھا تھا۔اس نے اب تک نظر نہیں اٹھائی تھی۔البتہ مسکراہٹ واضع تھی۔

پھر اچانک وہ بہت اونچا ہنس پڑی۔ ممانی یہ مذاق کرنے کا کون سا طریقہ ہے؟اس نے ہنستے ہوئے ممانی سے کہا۔

ممانی نے پیار سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔بیٹا میں مذاق نہیں کر رہی۔ بھلا میں اپنی بیٹی ایسا مذاق کر سکتی ہوں۔

اب کی بار اس نے ایک نظر اپنے بابا کی طرف دیکھا غضنفر صاحب بھی مسکرا رہے تھے۔سب لوگوں کی مسکراہٹ۔ باہر موجود تیاری۔ نیلم کی خوشی۔اس کے ذہن میں گھنٹیاں بجنے لگیں۔اب اس کو ساری بات سمجھ آنے لگی۔

ایک دم سے غصے کی ایک تیز لہر نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا۔تو یہ سب اس صیان کا کیا دھرا ہے۔وہ اپنے دماغ میں سوچنے لگی۔ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ ممانی اٹھیں اور ایک لال رنگ کا دوپٹہ۔ جس پر گوٹے کناری کا کام کیا گیا تھا۔لا کر اسے اوڑھایا۔

یہ لال دوپٹہ سر پر لیے وانیہ کا چہرہ مزید خوبصورت لگ رہا تھا مگر اس پر موجود غصہ اور شاک پھر بھی نظر آرہا تھا۔

دوپٹا جیسے ہی سر پر محسوس ہوا وہ ہوش میں آئی۔

اگلے ہی لمحے اس نے ایک ہاتھ سے دوپٹہ اپنے سر سے اتارا اور دور پھینکا۔

اور اُونچی آواز میں بولی۔ کس کی مرضی سے طہ کی ہے آپ لوگوں نے یہ بات ہے؟

وانیہ۔شبانہ بیگم نے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا۔

آپ لوگوں کی ہمت کیسے ہوئی میرے بارے میں ایسی بات کرنے کی؟ مجھے یہ رشتہ منظور نہیں ہے۔ہر گز ہر گز منظور نہیں ہے۔

سب لوگ مارے شاک کے اسے دیکھ رہے تھے۔صیان نے اب نظر اٹھائی تھی۔وہ بے یقینی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

وانیہ۔غضنفر صاحب نے تنبیہ کرتے ہوئے اسے پکارہ۔

پلیز بابا لیٹ می سپیک فرسٹ۔غصے سے کہتے ہوئے اس نے باپ کو چپ کروادیا۔

Clubb of Quality Content

آپ لوگوں نے سوچا بھی کیسے کہ میں صیان سے شادی کروں گی؟ میں وانیہ غضنفر اس بیمار۔ لاچار۔ آدمی سے شادی کروں گی۔ کیا کمی ہے مجھ میں کہ میں اس جیسے محتاج آدمی سے شادی کروں؟

سب لوگ مارے حیرت کے وانیہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ صیان کی شاک کے مارے آنکھیں پھٹی ہوی تھیں۔ شبانہ بیگم نے اپنی بیٹی کو خاموش کرانے کی کوشش کی مگر وانیہ نے ان کا بڑھتا ہوا ہاتھ جھٹک کر ان کی کوششوں پر پانی پھیر دیا تھا۔

وانیہ ہم اس بارے میں بعد میں بات کریں گے۔ ابھی تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ غضنفر صاحب نے غصے سے کہا۔

بعد میں نہیں بابا۔ جو بھی بات ہو گی ابھی ہو گی۔ وہ مزید کہہ رہی تھی۔

مجھے تو یقین نہیں آ رہا آپ کو صیان جیسے انسان کے لیے پورے جہان میں صرف میں ہی ملی تھی۔ وانیہ غضنفر ہی ملی تھی۔

بیٹا یہ رشتہ تو بچپن سے طہ تھا۔ ثریا بیگم نے لب کھولے۔

Clubb of Quality Content

بچپن میں مجھ سے پوچھ کر طے نہیں کیا گیا تھا یہ رشتہ۔اور بچپن میں طے کرتے وقت کسی کو معلوم نہیں تھا کہ صیان ایک بیمار اور لاچار انسان بنے گا۔وہ بلند آواز میں چلا رہی تھی۔

مجھ میں ہمت نہیں ہے کہ ساری عمر میں اس کی بیماری کا بوجھ اٹھاتے پھروں۔میری اپنی ایک زندگی ہے۔میں ایک نارمل انسان ہوں۔میں کسی بیمار۔لاچار۔وجود کے ساتھ ساری عمر نہیں رہ سکتی۔یہ بات آپ سب کو سمجھ آجانی چاہیے۔

صیان میرے قابل نہ تھا۔نہ ہے اور نہ ہوگا۔میں نفرت کرتی ہوں صیان سے۔

صیان اب تک شاک میں تھا۔اس کی آنکھیں یوں ہی پھٹی ہوئی تھیں۔اسے بھرے پنڈال میں بے عزت کر دیا گیا تھا۔شبانہ بیگم نے آخر کار اسے چپ کرانے کی کوشش ختم کر دی تھی۔جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔

مجھے تو سمجھ نہیں آرہی آپ لوگ کس منہ سے رشتہ لے کر آئے ہیں۔آئندہ ایسی بات کرنے کی ہمت مت کیجیے گا۔وہ غصے سے چلاتی سامنے فرش پر پڑے دوپٹے پر پاؤں رکھ کر جا چکی تھی۔

Clubb of Quality Content

اگلے کافی لمحے سب لوگ حیرت اور شاک کے عالم میں بیٹھے رہے تھے۔ صیان جانے کب وہاں سے اٹھ کر جا چکا تھا۔ اس طرح کہ کسی کو پتہ بھی نہیں چلا۔

اچانک صیان کے دادا کی آواز گونجی۔ چلو یہاں سے۔ وہ سب اٹھے۔ گاڑیوں میں بیٹھے۔ اور گاڑیاں ایک کے بعد ایک دروازے سے نکل گئیں۔

شبانہ بیگم انہیں روکتی رہ گئیں۔ غضنفر صاحب بدلتے رنگوں والے چہرے کے ساتھ انہیں جاتا دیکھتے رہے۔

(صیان کو پوفیریا porphyria تھا۔ یہ ایک خون کی بیماری ہے۔ اس میں انسان کے ایموشنز بہت ہائی رہتے ہیں۔ وہ غم کے موقع پر بہت غمگیں اور خوشی کے موقع پر بہت خوش ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں اس کی طبیعت بگڑنے لگتی ہے۔ یہ بیماری بظاہر دیکھنے میں پتہ نہیں چلتی۔ صیان اس بیماری کی پہلی سٹیج پر تھا۔ صرف میڈیسن وقت پر لینے سے بھی یہ بیماری کنٹرول کی جاسکتی تھی۔ باقی وہ ایک مکمل نارمل انسان تھا۔)

ذیب النساء کو قاسم سے باتیں کرتے بہت دن ہو گئے تھے۔ہر رات ہر دن جانے قاسم کے پاس کتنا وقت تھا اور اس کی باتیں تھیں کہ وہ ختم ہی نہیں ہوتی تھیں۔جانے وہ اتنی باتیں کہاں سے لاتا تھا۔اس وقت بھی وہ اس سے فون پہ بات کر رہی تھی۔ہر کال کا دورانیہ پچھلی کال سے زیادہ ہوتا تھا۔ہر گزرتے دن کے ساتھ قاسم اور اس کی باتیں مزید لمبی ہوتی جا رہی تھیں۔

کب وہ لوگ گھر آئے۔کب وجاہت صاحب نے اپنے والد اور بھائیوں کو رخصت کیا۔کب گاؤں کی عورتیں چلی گئیں۔کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔

وجاہت صاحب غصہ میں تھے مگر غصہ سے زیادہ وہ حیران تھے کسی کی اتنی ہمت کے ان کے سامنے اور ان کے والد کے سامنے اس طرح بات کرے۔اس سب میں شرمندگی بھی غالب تھی۔ہاں وہ شرمندہ تھے اپنے بابا اور بھائیوں کے سامنے اور اپنے بیٹے کے سامنے جو نا جانے کہاں تھا اور اپنی بیوی کے سامنے جو کمرے میں بخار سے پھنک رہی تھی۔

ثریا بیگم کمرے میں منہ چھپائے رو رہی تھیں۔اتنی ذلت۔اتنی رسوائی۔انہوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔وہ تو سردار کی بیوی تھیں۔وہ تو سردارنی تھیں۔انھوں نے ہمیشہ باوقار زندگی گزاری تھی۔کبھی کسی کی ہمت نہیں تھی کہ ان کے سامنے اونچی آواز میں بات کرتا مگر آج انہوں نے ذلت کا بدترین مقام دیکھا تھا۔

اتنے میں انہیں صیان یاد آیا۔رات بیت رہی تھی۔اس واقعے کو ایک دن سے اوپر ہونے کو آیا تھا۔فوراًانہوں نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور وجاہت صاحب کی طرف بھاگیں۔

راستے میں موجود ملازمہ سے پوچھا۔سائیں کہاں ہیں؟

بی بی وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں۔ملازم بتا کر جا چکا تھا۔

وہ دوڑتی ہوئی وجاہت صاحب کے پاس گئیں۔

سائیں صیان کہاں ہے؟وجاہت صاحب نے مڑ کر انھیں دیکھا جو دروازے میں کھڑی سوال کر رہی تھیں۔بکھرے بال۔سوجھی روئی ہوئی انکھیں۔ایک دن میں ان کا کیا حشر ہو گیا تھا۔ ان کی ملکہ جیسی بیوی کسی نوکرانی سے بھی بدتر لگ رہی تھی۔

وہ یہیں ہو گا یا کہیں دوستوں کے ساتھ چلا گیا ہو گا۔

وجاہت صاحب آپ کا بیٹا کل وہاں سے اٹھ کر جانے کے بعد گھر نہیں آیا ہے۔ایک پورا دن ہو گیا ہے۔اسے فون کریں۔ پتہ کریں۔ میرا بیٹا کہاں ہے ؟

اچھا میں پتا کرتا ہوں تم بیٹھ جاؤ۔ وہ آرام سے بولے مگر وہ وہیں کھڑی رہیں۔

آخر کار ہار مانتے ہوئے وجاہت صاحب نے فون اٹھایا اور صیان کے نمبر پر کال ملائی۔ نمبر بند جا رہا تھا۔ مختلف دوستوں کو ٹرائی کیا۔ مگر کوئی فائدہ نا ہوا۔

وہ جانتے تھے شہریار شہر میں نہیں ہے مگر پھر بھی آخری دفعہ انہوں نے شہریار کو فون ملایا۔

فون اٹھاتے ہی اس نے کہا۔سوری انکل اگر آپ نے نکاح کی ڈیٹ کل کی رکھ لی ہے تو میں بالکل نہیں آسکتا۔ میں اس وقت راولپنڈی بیٹھا ہوں۔ بہت پریشان ہوں۔ بہت کام ہے۔ وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

بیٹا بات یہ نہیں ہے۔ دراصل میں پوچھنا چاہ رہا تھا کہ تمہیں پتہ ہے صیان کہاں ہے ؟

انکل مجھے کیسے پتہ ہو گا؟ میں تو یہاں راولپنڈی کی گلیوں کی خاک چھان رہا ہوں۔ آپ کا بیٹا کرے انجوائے وہاں اپنے نکاح کو۔ ساری خواری میرے سر ڈالی ہوئی ہے۔ میرے ہاتھ پیر مشین بن جائیں مگر اسے میری کوئی پرواہ نہیں ہو گی یہ طے ہے۔ وہ مسلسل ہنس رہا تھا۔

وجاہت صاحب نے آنکھیں تکلیف سے بند کی۔ کہ وہ کس طرح اسے سچ بتائیں۔

بیٹا صیان کا پتہ کرو اپنے دوستوں سے۔ ایک دن ہو گیا ہے وہ گھر نہیں آیا۔

جی؟ اسے حیرت اب ہوئی۔ آپ نے اسے کال کی ہے؟

ہاں بیٹا میں نے کال کی تھی اس کا نمبر بند جا رہا ہے۔ تم اپنے دوستوں سے پتہ کرو۔

ٹھیک ہے انکل میں تھوڑی دیر میں آپ کو فون کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے فون کاٹ دیا۔

بیٹھ جائیں ثریا بیگم انہوں نے ثریا بیگم کو ہاتھ پکڑ کر سامنے صوفے پر بٹھا دیا۔ وہ اپنی حالت سے بیگانہ۔ بے فکریوں ہی بیٹھی تھیں انہیں صرف ایک ہی پریشانی تھی کہ ان کا بیٹا کہاں گیا۔ انہیں صرف اپنے بیٹے کی فکر تھی۔

تھوڑی دیر بعد وجاہت صاحب کا فون دوبارہ بجا انکل صیان تو اپنے دوستوں کے پاس بھی نہیں ہے ایسے تو وہ کہیں نہیں جاتا۔ انکل کوئی مسئلہ ہوا ہے سب ٹھیک تو ہے نا؟

آخر کار وجاہت صاحب نے لمبی سانس اندر بھری اور آہستہ آہستہ شہریار کو سب کچھ بتانے لگے۔ سب کچھ سننے کے بعد شہریار شاک کے عالم میں بیٹھا تھا انکل مجھے تو یقین نہیں آ رہا۔ مگر بیٹا اب یہی حقیقت ہے۔ خیر تم پتہ کرو کہ صیان کہاں ہے؟

ٹھیک ہے انکل میں پتہ کرتا ہوں۔

ایک گھنٹہ گزر گیا۔ دو گھنٹے گزر گئے۔ تین گھنٹے گزر گئے۔ آخر کار ثریا بیگم کے بے حد اصرار پر وجاہت صاحب نے پھر سے شہریار کو کال کی۔

ہاں بیٹا صیان کا کچھ پتہ چلا۔

نہیں انکل کسی دوست۔ کسی جاننے والے سے اس کا کچھ پتہ نہیں چل پایا۔ آپ نے پولیس میں انفارم کیا ہے؟

نہیں ابھی تک تو نہیں لیکن اب کرتا ہوں

فون بند کرتے ہی انہوں نے آئی جی صاحب کو فون کیا اور سارا معاملہ اور مدہ بتایا۔ آئی جی صاحب نے تسلی کروائی کہ وہ جلد از جلد سے صیان کو ڈھونڈ دیں گے۔ اتنے میں ہی فون پر شہریار کی کال آرہی تھی۔

وہ اس وقت ہائی وے پہ فل سپیڈ میں گاڑی دوڑا رہا تھا۔ انکل میں بس پہنچ رہا ہوں۔ میں ابھی بس کچھ گھنٹوں میں حیدر آباد پہنچ جاؤں گا۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں آتے ہی دیکھتا ہوں کیا ہو سکتا ہے آپ نے پولیس کو کال کر لی ہے؟

ہاں بیٹا میں نے پولیس کو انفارم تو کر دیا ہے وہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ابھی ڈھونڈتے ہیں۔

چلیں میں آتا ہوں تو دیکھتے ہیں کہ کیا ہو سکتا ہے۔

فون بند کرنے کے بعد شہریار انتہائی غصے سے ڈرائیو کر رہا تھا۔اسے رہ رہ کر وانیہ پر غصہ آ رہا تھا۔اس کی ہمت کیسے ہوئی ہے کہ وہ اس کے دوست کے بارے میں اس قسم کی بکواس کرے۔

صیان کہاں ہو گا۔کیسا ہو گا۔پریشانی سے اس کا ذہن الجھتا جا رہا تھا۔قریب تین گھنٹے بعد شہریار کی گاڑی حویلی میں آ کر رکی۔وہ گاڑی سے نکلا۔دوڑتا ہوا اندر کی طرف بھاگا۔ثریا بیگم اپنے کمرے میں بند تھیں۔جبکہ وجاہت صاحب ابھی تک ڈرائنگ روم میں چکر کاٹ رہے تھے۔

شہریار بیٹا صیان کا کچھ پتہ چلا۔اسے آتے دیکھ کر انہوں نے پوچھا۔

نہیں انکل۔آپ کو کچھ پتہ چلا۔پولیس نے کیا بتایا؟

بیٹا وہ تو کہہ رہے ہیں کہ وہ ڈھونڈ رہے ہیں۔بیٹا ویسے میں نے اپنے بندے بھی لگائے ہوئے ہیں صیان کو ڈھونڈنے کے لیے مگر اب تک کوئی مثبت جواب نہیں ملا۔

انکل اتنا وقت ہو گیا ہے اور ابھی تک وہ بس ڈھونڈ رہے ہیں۔یہ کیا طریقہ ہے؟

اتنے میں ملازمہ دروازے میں نظر آئی۔

بڑے سائیں وہ بی بی سائن کی طبیعت بگڑ گئی ہے وہ اپنے کمرے میں بے ہوش ہو گئی ہیں۔

یہ سنتے ہی وجاہت صاحب اپنے کمرے کی طرف چل دیے۔ شہریار اب بھی وہیں کھڑا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وجاہت صاحب باہر نظر آئے۔ بیٹا ڈاکٹر کو کال کرو۔ تمہاری آنٹی کی طبیعت بہت خراب ہے۔

جی انکل میں کرتا ہوں۔

آدھے گھنٹے بعد ڈاکٹر انہیں چیک کر کے جا چکا تھا۔ ڈاکٹر نے انہیں نیند کا انجیکشن دیا تھا وہ اس وجہ سے سو رہی تھیں۔ جیسے ہی تھوڑی تھوڑی دیر بعد جاگتی صیان صیان چلاتی۔ دوا کا اثر بہت زیادہ تھا اس لیے وہ بہت زیادہ دیر تک جاگی نہیں رہ سکتی تھیں۔

وجاہت صاحب ان کی یہ حالت کمرے کے کونے میں کھڑے دیکھ رہے تھے۔ جبکہ شہریار کب کا صیان کو ڈھونڈنے دوبارہ بھاگ چکا تھا۔

ساری رات مختلف سڑکوں پر گاڑی دوڑاتے مختلف جگہ پتہ کرتے صبح ہو چکی تھی۔

وہ بگڑے بال بگڑے حلیے میں پورے شہر کی خاک چھانتا پھر رہا تھا مگر اس کے دوست کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ وہ سر گاڑی کی سیٹ سے لگائے آنکھیں بند کیے ہوئے سوچ رہا تھا کہ آخر صیان کہاں جا سکتا ہے کہ اسی لمحے اس کے ذہن میں ایک اور شخص لہرایا۔ ایسے مسئلوں میں وہ بہت کام آیا کرتا تھا۔ اس نے آنکھیں کھولیں جیب سے موبائل نکالا اور جلدی سے دلاور کو کال ملائی۔ ہیلو دلاور۔

دور کے گاؤں میں کھیتوں کے بیچوں بیچ تمہیں ایک لمبا چوڑا پہلوان نما انسان بیٹھا دکھائی دے گا جس کے سامنے ڈھیر سارے آدمی کھیتوں میں کام کر رہے تھے اور اس کے سامنے میز پر بہت سے کاغذ بکھرے تھے۔ جی چوہدری صاحب۔

کہاں ہو دلاور؟

گندم کی کٹائی کی نگرانی کر رہا ہوں۔ چوہدری صاحب آپ نے بھی مجھے کہاں حساب اور کھاتوں میں پھنسا دیا ہے۔ مجھ سے کسی کا ہاتھ تڑوائیں سر پھٹوائیں۔ یہ کیا کروا رہے ہیں آپ مجھ سے۔ وہ بے بس نظر آتا تھا۔

Clubb of Quality Content

دلاور ساری باتیں چھوڑو اور میری بات نہایت دھیان سے سنو میرے دوست صیان کا پتہ ہے نہ تمہیں۔

جی چوہدری صاحب۔

وہ دو دن سے غائب ہے۔آخری دفعہ کہاں تھا۔اس کا پتہ میں تمہیں بھیج دیتا ہوں۔ جلد از جلد مجھے پتہ کر کے بتاؤ کہ میرا دوست کہاں ہے۔ملک میں ملک سے باہر دنیا میں جہاں کہیں ہے۔مجھے اس کا پتہ بتاؤ۔اور دلاور مجھے کوئی بری خبر نہیں سننی۔

آخری جملہ کہتے ہوئے اس کے لہجے میں نمی تھی۔

بے فکر ہو جائیں چوہدری صاحب۔میں جلد از جلد آپ کے دوست کا پتہ کر کے بتاتا ہوں۔

شہریار نے کال کاٹ دی اور پھر سے گاڑی سڑکوں پر دوڑانے لگا۔ہر ریسٹورنٹ۔ہوٹل۔وہ تو ہسپتالوں تک ڈھونڈ آیا تھا کیا پتہ کوئی بری خبر کوئی انہونی ہو گئی ہو۔وجاہت صاحب ہر تھوڑی دیر بعد کال کرتے اور بھرپور امید سے پوچھتے بیٹا کچھ پتہ چلا۔آگے سے جواب نہ میں سن کر ان کی امید ٹوٹ جاتی۔

....

مجھے اس ریسٹورنٹ میں بھی چیک کرنا چاہیے۔ شہریار ریسٹورنٹ کے باہر کھڑا سوچ رہا تھا۔ آخر کار اس نے گاڑی کو لاک کیا اور ریسٹورنٹ کے اندر چلا گیا۔ اس ریسٹورنٹ کے سیکنڈ فلور پر وہ اور صیان ٹیبل ٹینس کھیلنے آیا کرتے تھے۔

کیا پتا وہ یہاں ہو؟ یہی سوچتے ہوئے وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ کہ اسے کوئی نظر آیا۔ وانیہ ایک لڑکے کے ساتھ وہاں بیٹھی کسی بات پر ہنس رہی تھی۔ اشتعال کی ایک لہر نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا۔

اس کی رگوں میں خون ابلنے لگا۔ بڑے بڑے قدم بھرتے وہ اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔

کوئی شرم۔ کوئی حیا ہے تم میں۔ وانیہ شہریار کو شروع سے جانتی تھی۔ صیان کا گہرا دوست ہونے کی وجہ سے وہ کافی دفعہ اس سے مل چکی تھی۔

ایکسکیوزمی مسٹر۔ آپ ہیں کون؟

شاہمیر بیچ میں بولا۔

چپ کر کے بیٹھے رہو۔ دوبارہ بیچ میں بولے تو ایک رکھ کے دوں گا۔ ابھی تم مجھے جانتے نہیں ہو۔ ایک پڑا تو یہیں سانسیں ختم ہو جائیں گی تمہاری۔

Clubb of Quality Content

اور تم بی بی۔ تمہیں ذرا بھی احساس نہیں ہے کوئی دکھ نہیں ہے۔ تمہاری وجہ سے صیان غائب ہے۔ تین دن ہو گئے ہیں وہ نہیں ملا۔اس کا کوئی اتا پتہ نہیں ہے مگر تمہیں کوئی احساس جرم تک نہیں ہے تم یہاں بیٹھی گپیں لگا رہی ہو۔

وانیہ کی مسکراہٹ میں کوئی فرق نہ آیا۔

وہ کہنے لگی۔اتنی ہی فکر ہے اپنے دوست کے گم جانے کی تو جا کر اس کو ڈھونڈ کیوں نہیں لیتے یہاں کھڑے ہو کر مجھ سے کیوں باتیں کر رہے ہو۔اس کو تو میں ڈھونڈ ہی لوں گا مگر بی بی اگر آئندہ تم اس کے آس پاس بھی نظر آئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔

اطمینان رکھو مجھے تمہارے دوست کے آس پاس نظر آنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ویسے بھی وہ مجنوں اب مجھ سے دور رہے گا۔وانیہ نے آخری جملہ ہنستے ہوئے مکمل کیا۔

شہریار غصے سے اسے دیکھتے ہوئے مڑ گیا۔اس کے پاس اس سے زیادہ ضروری کام تھے اور اس وقت سب سے زیادہ ضروری کام صیان کو ڈھونڈنا تھا۔

کچھ لمحوں بعد ہی وہ ریسٹورنٹ سے نکل چکا تھا۔

یہ منظر ایک کلب کا ہے۔ جہاں اس وقت کوئی موجود نہیں ہے سوائے ایک انسان کے جو دور ایک کونے میں بیٹھا شیشہ پی رہا ہے۔

اتنے میں ہی دروازے پر آہٹ ہوئی اور قاسم داخل ہوا۔

کیا حال ہے شہزادے بڑے دن بعد نظر آیا ہے۔ کیا بات ہے۔

بس یار کچھ مصروف تھا۔ وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔

گھڑی پہ رات کے 12 بجتے دیکھ کر بالاج نے کہا۔ ویسے اس وقت۔۔سب خیریت ہے نا۔

ہاں یار بڑی ضروری بات کرنے آیا ہوں تجھ سے۔

ہاں بول۔ بالاج الرٹ ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

یار وہ جو شرط لگائی تھی نا ہم نے اس لڑکی پر۔ یار میں وہ ختم کرنا چاہتا ہوں۔

کیوں سائیں نہیں ملی نا پھر۔ بالاج ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

مل گئی ہے یار وہ۔ اور یار وہ ملی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ دوبارہ اس جیسی نہیں ملے گی۔ مجھ جیسے فلرٹ انسان کو بھی اس سے سچی محبت ہو گئی ہے۔

Clubb of Quality Content

اس لیے میں اب یہ شرط ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میں تجھے اپنی طرف سے 10 لاکھ روپے دینے کے لیے تیار ہوں۔

ایسا کیا کر دیا ہے بھائی اس لڑکی نے۔ بالاج متجسس تھا۔

یار وہ بہت بھولی بھالی ہے۔ معاشرے کی چالاکیوں سے بہت دور۔ اور مجھے تو لگتا ہے کہ جیسے اس کا دل بہت دکھا ہوا ہو۔

او بھائی مجھے تو وہ انتہائی چالاک لڑکی لگ رہی ہے۔ دل مت تڑوا لینا کہیں۔ اور دل ٹوٹے تو میرے پاس مت آنا پھر۔

نہیں وہ دل نہیں توڑے گی۔ مجھے پورا یقین ہے وہ بہت وفادار ہے۔ بہت سچی ہے۔ قاسم آنکھیں بند کر کر انتہائی محبت سے کہہ رہا تھا۔ یہ احساس اسے پہلی بار ہوا تھا۔ اس نے ذیب کے ساتھ ساری زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

لیکن بھائی پھر بھی اگر اس نے تیرا دل توڑ دیا تو کیا کرے گا پھر۔ بالاج اب بھی ہنس رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

قاسم نے ایک دم سے آنکھیں کھولیں۔اس کے چہرے پر غصے کے آثار بہت نمایاں تھے۔تو میں اسے ایسا سبق سکھاؤں گا کہ وہ ساری عمر نہیں بھولے گی۔ مگر مجھے پتہ ہے وہ ایسی نہیں ہے۔اس لیے میں ایسا کچھ نہیں سوچنا چاہتا۔اس نے گہری سانس لے کر بات ختم کر دی۔

ٹھیک ہے بھائی اگر تو یہ شرط ختم کرنا چاہتا ہے تو پھر ٹھیک ہے میری طرف سے بھی ختم ہے۔ پیسوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے بھائی ہے تو میرا۔

شکریہ یار۔اچھا میں چلتا ہوں ایک پروڈیوسر سے ملنا تھا۔۔ قاسم نے گاڑی کی چابیاں اٹھاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے بھائی پھر ملیں گے۔ بالاج نے دوبارہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا لی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

وجاہت صاحب کی حویلی میں ڈرائنگ روم میں شہریار اور وجاہت صاحب دونوں پریشان بیٹھے تھے۔

انکل میں نے ہر ممکن جگہ دیکھ لیا ہے۔ تمام دوستوں سے پتہ کروالیا ہے۔ مگر کچھ پتہ نہیں چل رہا۔

وجاہت صاحب بولے۔بیٹا پولیس بھی اپنی سی کوشش کر رہی ہے۔مگر کامیاب نہیں ہو پا رہی اوپر سے تمہاری آنٹی کی طبیعت بھی بہت خراب ہے۔

انکل صیان مل جائے گا تو آنٹی بھی ٹھیک ہو جائیں گی آپ فکر نہ کریں۔ابھی وہ مزید کچھ کہتا اس سے پہلے اس کا فون بجا۔

فون سکرین پر دلاور کا نام نظر آ رہا تھا۔

شہریار نے فوراً فون اٹھایا۔

ہیلو چوہدری صاحب۔آپ کے دوست صیان مل گئے ہیں۔

شہریار خوشی سے وجاہت صاحب کی طرف دیکھنے لگا۔۔۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842